اولیائے لیہ



مہر نور محمد تھند

فہرست مضامین اولیاء لیہ

فہرست مضامین اولیاء لیہ

دیباچہ

صاحبزادہ محمود الحسن سواگ (ایم اے)

بزرگان دین اور ان کے انقلابی سلسلہ تصوّف پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں اور اب تو سائنسی بنیادوں پر اس کی تحقیق جاری و ساری ہے۔ ہر ملک و شہر کے اولیاء کرام کی حقیقت و اہمیت اپنی جگہ مثلاً ملتان مدینۃ الاولیاء کے نام سے مشہور ہے جس کی اپنی تاریخ بھی ہے اور کم و بیش تمام بزرگان دین کی تصانیف بھی ہیں۔ اس لحاظ سے لیہ کی سرزمین کسی طرح بھی کم نہیں۔ کفر و خرد کے دور میں یہاں اولیاء کرام نے اس خطہ کو اپنا مسکن بنایا اور دین خداوند عز و جل کی تبلیغ و اشاعت شروع کی۔ لیہ اور اس کے مضافات میں کم و بیش پچاس بزرگان دین کے آستانے اور دربار ہیں مگر صد افسوس کہ ہم بعضوں کے نام تو کیا مقامات و درباروں کا بھی علم نہیں رکھتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں اور ہمارے آباو اجداد کو صراط مستقیم دکھائی جس کی وجہ سے آج ہم مسلمان کہلوانے کے حق دار ہیں۔ ان صوفیائے کرام میں سے چند کی تصانیف موجود ہیں یا پھر سیدھے سادے مکاشفات، کرامات اور فرمودات پر مبنی ہیں۔ مگر تحقیقی اور سائنسی بنیادوں پر ان حضرات کی زندگی پر کسی نے آج تک روشنی نہیں ڈالی۔ اس کتاب کے مصنف مہر نور محمد تھند نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات (جو سالوں پر مشتمل ہیں) نکال کر لیہ کے اولیاء کرام کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی ہے۔ احقر کی ادنیٰ سوچ کے مطابق یہ ایک شاہکار ہے۔

آج کا دور ترقی یافتہ، تیز اور دھماکا خیز ہے۔ لوگ صرف کیا، کیوں، کیسے، کہاں اور کون جیسے سوالات پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس سے بڑھ کر کچھ اور معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ سو آج کے دور میں عوام الناس کے تجسّس کو ہر لحاظ سے اور ہر جہت سے مطمئن کرنا ایک کٹھن مسئلہ ہے جو میری حقیر سوچ کے مطابق مصنف نے اس کتاب میں پایہ تکمیل کو پہنچایا ہے۔

قران مجید میں ایمان کی سب سے بڑی علامت اور خاصیت محبت الٰہی کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ

(اور جو ایمان لائے وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں)

اور بس یقین ہو گیا۔ گویا بزرگان دین کی ہر حرکت، ہر محفل اور ہر اشارہ خداوند قدوس کی محبت کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ اور ان لوگوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی خداوند کی محبت ہی کو قرار دیا ہے۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے ہندوستان میں کفرو خرد اور انتشار و ابتری کا دور تھا۔ مختصراً یوں کہیئے کہ وہ خصائل وہ عوامل جو سیاسی و سماجی نظام کو قائم رکھنے میں مم و معاون ہوتے ہیں فنا ہو چکے تھے اور زوال و انحطاط کا دور دورہ تھا۔ خصوصاً اورنگ زیب کے دنیا فانی سے کوچ کرنے کے ساتھ ہی تمام ہندوستان عیش و عشرت، طوائف الملوکی، بدنظمی و بدانتظامی اور تخریب کاری کی تمام قوتیں ابھر آئیں۔ ناو نوش میں مدہوش رنگیلے فرمان روا بگڑتی صورت حال کو نہ بھانپ سکے۔ ہر طرف شیطانی قوتوں کا دور دورہ تھا۔ کہیں سکھوں کا سیلاب تو کہیں مرہٹوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر۔ ان سب فرعونوں کے سامنے سینہ سپر ہونے کی کسی کو ہمت نہ تھی۔ اس انحطاط اور تنزلی کے دور میں اللہ کے کچھ بندوں نے حکومت و حکمرانی کے مزوں سے قطع نظر اسلامی سوسائٹی کو بچانے کی کوشش کی۔ غیر ملکی کفر بڑے رعب و دبدبے سے آیا مگر مسلمانوں کی ملی اور دینی زندگی کو کوئی گزند نہ پہنچا سکا۔ اگر سلطنت چھن گئی مگر ان اسلام کے جیالوں نے سر تسلیم خم نہ کیا۔ ان کو سب سے زیادہ فکر اس چیز کی طرح تھی کہ کہیں سلطنت کے لٹ جانے اور برباد ہو جانے کے ساتھ ساتھ اسلامی روح، اسلامی فکر، اسلامی کردار اور اسلامی سرمایہ زندگی ہی نہ مسمار ہو جائے۔ چنانچہ یہ غازی میدان میں کود پڑے جنہوں نے مسلمانوں کی بالخصوص اور ہندوستانیوں کی بالعموم اصلاح اور انسانیت کی ذہنی اور عملی سطح کو بلند کرنے کے لئے جو ایڑی چوٹی کا زور لگایا وہ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ایک خاص الخاص اہمیت کا حامل ہے۔ آج کا مورخ جب ان اسباب کی تلاش کے لئے ورق گردانی کرے گا جن کی بدولت سلطنت کے لٹ جانے کے بعد بھی یہاں اسلامی سوسائٹی (یعنی ہم کلمہ گو) کا شیرازہ بکھر نہ سکا تو وہ ان بزرگان دین اور نائبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پر خلوص اور دل کی گہرائیوں سے

ہونے والی جدوجہد اور کاوش کا اعتراف ضرور کریگا۔

آج کا پاکستان، بنگلہ دیش کسی بھی مسلمان جنگ جو اور فاتح کے نام نہیں کیا جا سکتا۔ کئی بار یہ دھرتی لٹی پھر بھی پھر لٹی مگر ہم گنبد سدرہ کے پوجاری جو زندہ و تابندہ ہے ہیں تو آخر کس رو رعایت کی بنا پر یہ سب کو چارو نہ چار تسلیم کرنا پڑے گا۔

۲ یہ ان مجاہدوں کی بدولت اور انہیں کی خدا داد صلاحیتوں کی وجہ سے ....

اس کتاب "تذکرہ اولیاء کرام کے مصنف نے پھر سے ہم کند ذہنوں کو جھنجوڑا ہے، پھر سے بھولا بسرا سبق یاد دلایا ہے۔ اس کی چیخ میں وہی تاریخی گرج ہے کہ ہم سب مرہٹوں، سکھوں، ہندوؤں اور انگریزوں اور استعماری قوتوں کے لٹے ہوئے ہیں۔ ہمیں سیدھی راہ پر اور اپنے رب کی رسی کو مضبوطی سے پکڑوانے والے اولیاء عظام کی تعلیمات ہر حال ہر رنگ اور ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھنی ہونگی ورنہ ہمارا حال یہی ہوگا جو پہلے والی زمین میں دفن اور مسخ شدہ قوموں کا ہوا۔ کیونکہ جو قوم اپنی تاریخ کھو دیتی ہے۔ تاریخ اس کو کھو دیتی ہے۔

شاہ سلطان حسین رحمتہ اللہ علیہ خوارزمی

حضرت شاہ سلطان حسین بن عبداللہ سلطنت خوارزم کے ولی عہد تھے۔ جب آپ کے والد سلطان عبداللہ نے 40 سال تک خوارزم پر حکومت کرنے کے بعد انتقال فرمایا تو عمائدین حکومت نے آپ کو تخت شاہی پر بٹھا دیا۔ لیکن آپ کو امور حکومت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ آپ ہروقت یاد رب العالمین میں منہمک رہتے۔ آپ کے چچا شیخ شمس الدین عارف زمانہ اور علوم دینیہ میں یکتا تھے۔ ولیعہد سلطان حسین کو بچپن سے ہی حضرت شیخ شمس الدین سے قلبی لگاو اور ارادت تھی۔ شیخ شمس الدین بھی آپ پر زیادہ توجہ فرماتے اور آپ ہی کی تعلیم و تربیت نے حضرت شاہ سلطان حسین کے دل میں دنیا کی محبت کی بجائے دین کی محبت کی شمع فروزاں کی۔

کچھ عرصہ تک سلطنت نیم دلی سے سرانجام دیتے رہے۔ لیکن آپ کو گوارا نہ تھا کہ ایک لمحہ بھی یاد الہٰی سے غافل رہا جائے۔ آپ نے تخت و تاج کو ٹھکرانے اور خود کو یاد الہٰی کے لیے وقف کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ سوچ کر بزرگ چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی

حضرت شمس الدین نے فرمایا

"اے بیٹے اگر اس وادی میں قدم رکھنا چاہتے ہو تو پہلے دنیا کی آرائش سے اپنا دامن صاف کرو پھر اس وادی میں قدم رکھو۔ شاہ حسین فوراً محل میں پہنچے اپنا تمام خزانہ غرباء میں تقسیم فرمایا۔ تخت و تاج سے دست برداری اختیار کی اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ نے قلندرانہ لباس میں ملبوس دیکھا تو حالت وجد میں ایسی توجہ کی کہ ایک ہی نظر کیمیا اثر سے تمام مدارج و مراتب روحانی طے کرا دیئے۔

یہ وہ دور تھا۔ جب بنو عباس کا آفتاب حکومت غروب ہو رہا تھا۔ محمود غزنوی جو ایک مرد مومن تھا۔ اہل علم اور اہل اللہ کا قدردان تھا۔ سلطان حسین والئی خوارزم کی تخت و تاج سے دست برداری کے متعلق سنا تو بن دیکھے سو جان سے فدا ہو گیا۔

منزلیں مارتا ہوا شوق زیارت میں قدم بوسی سے مشرف ہوا جیسا سنا تھا - اس سے بڑھ کر پایا - نہایت عاجزی سے غزنی چلنے کی گزارش کی۔

حضرت سلطان حسین کے پیرومرشد اور بزرگوار حضرت شمس الدین کچھ عرصہ قبل اس جائے فانی سے سفر حقیقی کی طرف کوچ کر گئے تھے - خوارزم میں حضرت کیلئے کوئی چیز باعث دلکشی نہ تھی - محمود غزنوی کے شوق محبت کے آپ کو خوارزم سے غزنی آنے پر آمادہ کرلیا - خوارزم سے چل کر غزنی میں رونق افروز ہوئے - جامع مسجد غزنی کے ایک حجرہ میں مشغول ہو گئے اور اللہ سے ایسی لو لگائی کہ پورے تین سال تک محمود غزنوی کی طرف متوجہ نہ ہوئے لیکن محمود بھی غیر معمولی عزم اور استقلال کا پیکر تھا ایک دن حضرت نے سلطان محمود پر ایسی نظر کیمیا اثر ڈالی کہ زمین و آسماں کے اسرار پنہاں ہو گئے جب محمود نے ہندوستان پر حملوں کا آغاز کیا تو حضرت شاہ سلطان حسین بھی اپنے مریدوں کے ساتھ جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار ہوکرافواج سلطانی کے ساتھ ہولیے محمود غزنوی نے جب کوٹ دیپال گڑھ (کروڑ لعل عیسن) فتح کیا۔ تو سلطان محمود نے اپنی منت کے مطابق کوٹ کروڑ اور ملحقہ علاقے آپ کی خدمت میں بطور جاگیر عطا کیے۔ سلطان حسین پر بڑھاپے کا عالم تھا۔ آپ نے کوٹ کروڑ میں رہنا قبول کرلیا۔ قلعہ میں آپ نے ایک مسجد تعمیر کی ایک کروڑ مرتبہ سورۃ مزمل کا ورد کیا۔ اور دیپال گڑھ کا نام تبدیل کر کے کوٹ کروڑ رکھا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کے دست مبارک پر تقریباً ایک کروڑ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا - اس لیے آپ نے اس قلعہ کو کوٹ کروڑ کا نام دیا۔

کرامات

1- جب آپ نے سلطان محمود کے ساتھ ہندوستان کا قصد کیا تو ایک رات کوہستانی علاقے میں فوج پڑاو ڈالے ہوئے تھی - فوج سو رہی تھی - کہ اچانک فضاء میں آتش بازی ہونے لگی - تمام فوج میں بھگدڑ مچ گئی - فوج کے چند سپاہی پریشان حال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے - آپ خیمے سے باہر تشریف لائے۔ کعبہ کی طرف رخ کیا دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے - گڑگڑا کر رب ذوالجلال کی درگاہ میں عاجزی و انکساری سے رفع بلا کے لیے دعا مانگی خدا جو رحیم و کریم ہے - اپنے مومن بندوں کی دعاوں کو خالی

نہیں موڑتا - چندہی لمحوں میں آتش بازی ختم ہوگئی۔ آپ نے سجدہ شکرادا کیا۔ اور فرمایا جاو آرام سے سو جاو یہاں جنات کا مسکن تھا اور یہ انہی کی شرارت تھی - انشاء اللہ اب کوئی شرارت نہ کریں گے۔

2- اس واقع کے کئی دنوں بعد جب فوج ایک لق و دق ریگستان میں پہنچی - دن سخت گرم تھا۔ فوج اور جانور پیاس سے تڑپنے لگے - دور و نزدیک پانی کانام و نشان تک نہ تھا۔ لشکر میں قیامت برپا ہوگئی - اس سے پہلے کہ لشکر پیاس کے باعث صحرا میں لقمہ اجل بن جاتا سلطان محمود حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ قدم بوسی کی اور دعائے بارش کے لیے گذارش کی - آپ نے ہاتھ اٹھائے - دیکھتے ہی دیکھتے بادل رونما ہوئے - اور لمحوں میں ایسی بارش ہوئی کہ سیلاب کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔

کوٹ کروڑ میں جو آپ نے مسجد تعمیر کرائی تھی - آپ وہیں عبادت میں مصروف رہتے - اور لوگوں کو اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے میں لگے رہتے۔ اور وہی قلعہ جہاں کل تک ہنوماں اور شیو جی کی پوجا ہوتی تھی - اس کے درو دیوار سے کلمہ توحید کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ قدرت نے آپ سے تعلیم و تبلیغ کا جو کام لینا تھا وہ پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ تو بلاوا بلا بھیجا اور تقریباً 412 ہجری میں خالق حقیقی کے دربار جا حاضری دی۔

مدفن

آپ کا مدفن کوٹ کروڑ ہے - لیکن دریائے سندھ کی لہروں نے اس قلعہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اور دریا برد کر دیا - حضرت محمد یوسف لعل عیسن کروڑ کے دربار کے شمال طرف چوکنڈی میں پانچ قبریں ہیں۔ اور یہ قبریں پنج پیر کے نام سے موسوم ہیں۔

1878-80ء کی بندوبست رپورٹ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ٹکر سنگھ نے لکھا ہے کہ حضرت لعل عیسن کے آباواجداد کے مزارات دریا برد ہوگئے تھے - جب حضرت یوسف عرف لعل عیسن کروڑ میں تشریف لائے - تو آپ نے اپنے آباواجداد کی یاد میں قبریں تیار کرائیں۔

حضرت سلطان علی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش کوٹ کروڑ میں تقریباً 403 ہجری میں ہوئی - آپ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ آپ کے والد حضرت شیخ شمس الدین ایک نہایت جری جانباز ماہر جنگجو اور بہادر مرد مومن تھے۔ شیخ شمس الدین کی زندگی کا زیادہ وقت کفار ہندوستان سے جہاد کرتے ہوئے گزرا اور راجہ جیسل سے جنگ کرتے ہوئے شہادت کے درجہ پر فائض ہوئے

جب حضرت شاہ سلطان حسین نے اس جہان فانی سے کوچ کیا تو اس وقت سلطان شمس الدین قلعہ چتروڑ میں راجہ جیسل سے برسرپیکار تھے - اس لیے سلطان علی کو کوٹ کروڑ کا والی سلطنت مقرر کیا گیا۔ معرکہ چتروڑ میں حضرت شیخ شمس الدین داد شجاعت دیتے ہوئے اپنے ہزاروں جانبازوں کے ساتھ شہید ہو گئے۔ تو راجہ جیسل نے اپنے لاو لشکر کے ساتھ کوٹ کروڑ کا محاصرہ کرلیا۔ اور وکیل کے ذریعے کہلا بھیجا

اگر زندگی مے خواہی - طناب فرمانبرداری در گردن خودانہا خستہبلار گلہ راجہ حاضر شو۔ والا اذکرہلو کود چناں خواہی ہالت کہ از قوم شماہک نفس زندہ نخواہم گذاشت

یعنی کہ اگر تجھے اپنی زندگی عزیز ہے تو خلوص نیت کے ساتھ فرمانبردار بن کر ہمارے دربار میں چلے آو۔ ورنہ میں تمہاری قوم کا ایک آدمی بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔ سلطان علی ساتھیوں کے مشورہ سے قلعہ بند ہوگیا۔ جس سے راجہ جیسل نے علاقے کو اجاڑنا شروع کردیا۔ جو مسلمان ہاتھ آتا شہید کر دیا جاتا۔ سلطان علی نے یہ ظلم و ستم برداشت نہ کیا۔ صلح کی بات چیت کی۔ راجہ جیسل نے شرط رکھی کہ سلطان علی کو میرے حوالے کیاجائے - آپ کے جانثاروں نے قبول نہ کیا۔ بلکہ جذبہ شہادت سے سرشار ہوکر ہتھیار بند ہونے لگے - لیکن آپ نے راجہ جیسل کے پاس جانے کا فیصلہ کرلیا۔ جانثاروں نے ساتھ جانے اور سلطان علی پر تصدق ہونے کا عزم کیا۔ لیکن آپ نے سب کو حکماً" روک دیا۔ گھوڑے پر سوار ہوکر قلعہ سے باہر آئے ہندووں

کے کیمپ کی طرف بڑھے اس وقت آپکی عمر بارہ سال تھی۔

کرامت

ہندووں نے مسلمانوں کے اس سردار سے بدلہ لینے اور اسکی تضحیک کرنے کے کئی منصوبے سوچ رکھے تھے - ہندو بے جا تفاخر میں مبتلا ہوکر طرح طرح کی باتیں بنارہے تھے - اور کل کے حاکم مسلمانوں کو آج کے محکوم سمجھ کر بہت خوش تھے لیکن خدا اپنے محبوب کا ساتھ نہیں چھوڑتا ہے اور نہ ہی وہ فخر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

سلطان علی بھی خدا کی امان سمجھ کر اور اللہ کے بھروسے پر کفار کے اژدھام میں گھوڑے پر سوار بے دھڑک چلے آئے کفار نے آپکے چہرے کی طرف دیکھا - آپ کے چہرے کا جلال جلوہ نور کی صورت میں موجزن تھا۔ اس جلوہ نور کی تاب کونسی آنکھ لا سکتی تھی - جس نے چہرے پر نظر کی بنیائی سے محروم ہو گیا۔ ہندو فوج میں کہرام بپا ہو گیا۔ اور جب آپ راجہ جیسل کے سامنے پہنچے تو وہ بھی آپ کے چہرے مبارک کو دیکھ کر بنیائی سے محروم ہو گیا۔

ابھی چند لمحوں قبل جن کفار نے آپ کی شان میں گستاخیاں کرنے کے منصوبے باندھ رکھے تھے - سب کچھ بھول کر آپ کے قدموں میں لوٹنے لگے - ہاتھ باندھ کر معافی کے طلبگار ہوئے اور وعدہ کیا کہ اگر حضرت ہماری بینائی واپس لوٹا دیں تو آپ کی سلطنت سے کوئی اعتراض نہ کیا جائے گا۔ سلطان علی نے پانی منگوایا وضو کیا -اور بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہوکر دشمنوں کے لیے آنکھوں کی روشنی لوٹ آنے کی التجا کی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ وضو سے بچا ہوا پانی جو شخص آنکھوں پر لگائے گا - انشاء اللہ بصارت پائے گا۔ تائیدایزدی سے ایسا ہی ہوا اس واقعہ کا ذکر منبع البرکات میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

فرمود ہر کہ آب وضو بر چشمان خود مالد بصارت او رامسرشود - اول راجہ جیسل و اقربا او آب مستعمل بر چشمان خوش مالید ہوندم بصارت یا فتند - زاں بعد تمام لشکر آب وضو مالید۔ وبینا شدہ ملک خوش گرفت -

اس کرامت کو دیکھ کر راجہ جیسل بے نیل و مرام واپس لوٹ گیا۔ سلطان علی

قلعہ میں واپس ہوئے - والدہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر قدم بوس ہوئے - والدہ محترمہ ابھی حالت مراقبہ میں تھیں - آپ کو دیکھ کر فرمایا۔ ابھی آپ کامعاملہ رسالت ماب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش تھا۔ارشاد ہوا کہ سلطان علی اس ملک پر چالیس سال تک حکمرانی کرے گا۔

وفات

سلطان علی نے کامل چالیس سال تک کوٹ کروڑ پر اس عدل وانصاف سے حکومت کی کہ ہر طرف امن و سکون اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ کوٹ کروڑ ہزاروں مشائخ کیوجہ سے علم کابہت بڑا مرکز بن گیا۔ دور دور سے علم کے پیاسے یہاں حاضر ہوتے اور فاضل و کامل مشائخ کی صحبت میں رہ کر علم لدنی و باطنی سے سرفراز ہوتے۔

حضرت کی عمر تقریباً 52 سال کے قریب پہنچ چکی تھی - کہ ایک دن اچانک دیوار شق ہوئی - اور ایک سفید ریش بزرگ نے نمودار ہو کر فرمایا " اے فرزند زودشتو! وخودرا دربار گاہ صمدیت برسال - و بجائے خلف برگزیدہ افعال سلطان جلال الدین برتخت سلطنت بنشاں۔

آپ نے یہ سنا تو تبسم فرمایا غسل کر کے سجدے میں چلے گئے اور سجدے ہی میں اپنے رب سے جاملے۔

حضرت میاں رانجھا

میاں رانجھا سیلانی فقیر تھے ۔ایک دفعہ صبح کے وقت لوگ کھیتوں میں ہل چلارہے تھے کہ ایک سبز پوش بزرگ ہاتھ میں تسبیح اور گودڑی لٹکائے ہوئے کنوئیں کے پاس آ کر بیٹھ گئے لوگ مسافر فقیر سمجھ کراس کے پاس آئے اور کسی قسم کی خدمت کا پوچھا۔

میاں رانجھانے کہا کہ میرا نام رانجھا ہے۔ مجھے اس جگہ پر اللہ واسطے 3 ہاتھ (6 فٹ) جگہ بخش دو۔لوگوں نے جگہ بخش دی۔ یہ کہہ کر میاں رانجھا ان کی موجودگی میں زمین میں غائب ہوگیا لوگوں نے بعدازاں قبر بنادی۔ قادر بخش قوم گھاؤں جھاڑو برداری کرتا ہے۔ لوگ منتیں مانتے ہیں چوری بھی ہوتی ہیں۔

مولانا وجیہہ الدین محمد غوث

حضرت مولانا وجیہہ الدین محمد غوث کی تاریخ پیدائش کا تعین نہیں ہو سکتا۔ آپ خانوادہ سلطان حسین کے ایک بزرگ کامل اور صاحب کرامت اولیائے اللہ میں سے تھے۔

آپ کو آپ کے والد حضرت کمال الدین ابوبکر نے جو خود بھی صاحب کرامت بزرگ تھے - روحانی فیض پہنچایا۔ محمد غوث اپنے والد کے مرید تھے - والد کی وفات کے بعد سیروسیاحت کے لیے نکلے۔ حصار شادمان میں شیخ محمد نوراللہ کی خدمت میں ایک ہفتہ رہ کر فیض حاصل کیا۔ دمشق میں شیخ وجیہہ الدین محمد کی زیارت کی جب آپ بغداد پہنچے تو مستنصر باللہ کازمانہ تھا۔ حضرت امام اعظم کے مزار پر نور کی زیارت سے مشرف ہوئے - رات کو زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئی - آپ نے حضرت محمد غوث کا ہاتھ حضرت خضر کے ہاتھ میں دیا۔ اس رات آپ کو بہت فیض پہنچا۔ چودہ سال مکہ مکرمہ میں گزار کر چودہ حج کیے۔ چودہ سال روضہ رسول پاک پر حاضر رہ کر باکمال علماء اور مشائخ سے فیض حاصل کیا اور یہاں آپ کو بے شمار فیوضات حاصل ہوئے۔

ایک رات آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے وطن جانے اور وہاں تبلیغ کرنے کا اشارہ ہوا تو آپ وطن کی طرف روانہ ہو پڑے۔ واپسی پر جب شہر حامہ میں پہنچے -جہاں آپ کی بزرگی اور زہد کاچرچا پہلے سے تھا۔ حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس مرہ کے فرزند حضرت شیخ عیسیٰ قادری رحمت اللہ علیہ آپ کی زیارت کو آئے۔

انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی نور باطن سے معلوم کر لیا کہ حضرت کی پشت سے غوث زمانہ نے تشریف لانا ہے - شیخ عیسیٰ قادری نے آپ سے اپنی لڑکی حضرت فاطمہ کانکاح کردیا - نکاح کے بعد حضرت محمد غوث 6 ماہ تک وہیں رہے - اس کے بعد

کوٹ کروڑ میں واپس آ گئے۔

کرامات

حضرت مولانا وجیہہ الدین محمد غوث عالم بے بدل تمام علوم میں یکتا اور علوم باطنی میں کمال درجہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ آپ صاحب کرامت ولی تھے۔ آپ جب مخلوق خدا کو کسی تکلیف میں دیکھتے تو آپ سے ایسی ایسی کرامات ظہور میں آتیں کہ وہ تکالیف دور ہو جاتی تھیں۔

آپ کو جب روضہ رسول سے وطن واپس جاکر تبلیغ کرنے کا اشارہ ملا آپ کرخ کے علاقے پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ قریب کے جنگل میں دو خونخوار شیر ایسے ہیں کہ اس جنگل سے سفر ناممکن ہے۔ اور اگر کوئی مسافر بھولے سے گزرنے لگتا ہے تو یہ اسے پھاڑ کر کھا جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے وہاں لے چلو انشاء اللہ قدرت کاملہ سے وہ ختم ہوجائیں گے۔ جب آپ جنگل کی طرف آنے لگے تو ایک بہت بڑا مجمع ساتھ ہولیا۔ جب جنگل میں پہنچے تو لوگوں سے فرمایا کہ درختوں پر چڑھ جاو۔ تھوڑی دیر میں دھاڑتے ہوئے دو شیر جنگل سے برآمد ہوئے۔ لوگ خوف کے مارے درختوں پر چڑھ گئے۔

لیکن آپ وہیں کھڑے رہے۔ شیر چھلانگیں لگاتے ہوئے آپ کی طرف جھپٹے لیکن جب آپ کے چہرے مبارک پر نگاہ پڑی تو سر آپ کے پاوں میں رکھ دیئے۔ آپ نے شیروں کو سر اوپر اٹھانے کا حکم دیا۔ انہوں نے سر اوپر اٹھائے اور ایک دوسرے کے مدمقابل ہوکر آپس میں لڑنے لگے۔ یہاں تک کہ دونوں ختم ہوگئے۔ اور لوگوں کو اس مصیبت سے نجات مل گئی۔

2- انہی دنوں ایک قافلہ کرخ سے حامہ جانے والا تھا۔ ان دونوں شہروں کے درمیان 3-4 دن کا فاصلہ تھا۔ اور راستہ میں قافلہ کے لٹنے کا خطرہ تھا۔ قافلے والوں نے حاضر ہوکر قافلے کے ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ آپ بھی حامہ جانا چاہتے تھے۔ اس لیے قافلہ کے ساتھ چلنے پر رضا مند ہوگئے۔ بعد نماز عشاء قافلہ روانہ ہوا اور صبح کے وقت جب مرغ نے بانگ سحر دی تو اہل قافلہ نے دیکھا کہ شہر حامہ سامنے ہی نظر آرہا

تھا۔ تمام قافلے والوں کا مال بھی اچھے منافع پر بکا۔ آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ لیکن یہاں صرف دو ہی اہل محبت کے لیے بہت ہیں۔ آپ جب حضرت فاطمہ کے ہمراہ کوٹ کروڑ پہنچے تو آپ کے بھائی حضرت شیخ احمد بہت خوش ہوئے۔ شہر میں خوشیاں منائی گئیں۔ شیخ احمد نے آپ سے کوٹ کروڑ کی حکومت سنبھالنے کی درخواست کی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور جب خزانے میں سے حصہ لینے کو کہا تو آپ نے اس طرف بھی دلچسپی ظاہر نہ کی۔

آپ کا زیادہ وقت حجرے میں گزرتا۔ تشنگان علم جوکہ دور دور سے آپکے زہد و تقوی اور عالم بے بدل کا شہرہ سن کر حاضر خدمت ہوتے آپ ان کی تعلیم و تربیت کرتے۔

یہ آپ جیسے بزرگوں کا فیضان ہے کہ یہ خطہ جو کبھی کفر کا ظلمت کدہ تھا۔ آج چپہ چپہ سے اللہ اکبر کی اذانیں گونج رہی ہیں۔ آپ کی وفات 78-577 ہجری میں ہوئی۔

روایت ہے کہ حضرت غوث پاک بہاوالحق زکریا ابھی بارہ سال کے تھے۔ کہ آپ کی وفات ہوئی۔

پیر عنائت شاہ بخاری

روایت ہے کہ کوٹ سلطان میں مرانی خاندان کی حکومت تھی دونوں بھائی بمعہ اہل وعیال آج شریف سے تشریف لائے۔ حضرت جلال الدین بخاری کی اولاد سے تھے۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ کے ساتھ کثیر تعداد میں جانور تھے۔ رش کی وجہ سے مرانیوں نے آپ کے جانورں کو پانی نہ پلانے دیا۔ اور پانی بھی نہ بھرنے دیتے تھے دونوں بھائیوں نے مل کر راتوں رات کنواں تیار کیا، غیبی طاقت سے کنویں سے پانی اُبل پڑا۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ مرانیوں کی فصلیں تک ڈوب گئیں یہ حالت دیکھ کر مرانی آپ سے معافی کے درخواستگار ہوئے اور آپ کے معتقد ہوگئے۔ اس روایت کے راوی سید اظہر حسین بخاری ہیں۔ اس خاندان کے سید فدا حسین شاہ بخاری کا شمار بہترین حکماء اور علماء میں ہوتا ہے۔

حضرت شیخ احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت کمال الدین کے دو فرزند تھے - حضرت شیخ احمد بڑے تھے - جبکہ حضرت محمد غوث آپ سے چار سال چھوٹے تھے - والد محترم کی وفات کے بعد سلطنت کروڑ کا نظام آپ کے ہاتھ میں تھا - ایک رات آپ کو شیخ المشائخ سلطان علی نے عالم خواب میں علم لدنی حاصل کرنے حضرت جمال الدین سمنانی کے پاس پہنچنے اور خدمت اقدس میں حاضر ہونے کو کہا -

علی الصبح آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ امور سلطنت شیخ حسن جو کہ مخدوم عبدالرشید کے بیٹے اور آپ کے پوتے تھے کے سپرد کر دیے۔ اور خود حضرت جمال الدین سمنانی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہو پڑے جب ایک ہفتہ کے بعد ان کے سامنے حاضر ہوئے تو حضرت نے کشف باطن سے معلوم کر لیا کہ سلطان علی کے اشارے پر آئے ہیں - حضرت جمال الدین نے ایک حجرہ عطا فرمایا اور اپنی نگرانی میں کامل دو سال تک چالیس مجاہدے کرائے۔ تین سال کے عرصہ میں حضرت جمال الدین سمنانی نے تمام علوم باطنی سے آپ کو مالا مال کر دیا۔ اور کروڑ واپس جانے کی اجازت دی - کروڑ واپس آنے پر آپ نے امور سلطنت کی طرف توجہ نہ کی بلکہ سلطان حسن کو ہی اس کام پر مقرر رکھا۔ آپ اکثر اوقات عالم استغراق میں رہتے - چونکہ اس وقت کوٹ کروڑ کو ہندوستان میں علوم ظاہری و علوم باطنی کے حصول کے لیے ایک یونیورسٹی کی حیثیت حاصل تھی - حضرت احمد رحمتہ اللہ علیہ طالبان حق کی تربیت میں لگے رہتے اور آپ جب حالت وجد میں آتے تو چند ہی لمحوں میں تشنگان علم کو سلوک کی وہ منزلیں طے کراتے جو کہ سالوں تک مجاہدے کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔

آپ کی شادی بھی حضرت عیسیٰ رحمتہ اللہ علیہ کی دوسری دختر نیک اختر سے ہوئی۔ اس حرم سے حضرت احمد غوث کے چار صاحبزادے حضرت مخدوم عبدالرشید

حقانی، شیخ عبدالرحمن، شیخ ظاہر، شیخ موسیٰ نواب پیدا ہوئے جبکہ شیخ لعل دریا اور شیخ ملا فقیر دوسری بی بی سے پیدا ہوئے۔

جب حضرت محمد غوث کوٹ کروڑ تشریف لائے تو حضرت احمد غوث نے فرمایا لوح تقدیر میں لکھا ہے کہ شیخ عیسیٰ کی دوسری معصومہ میرے نکاح میں آئے گی۔ حضرت محمد غوث نے یہ معاملہ اپنی زوجہ کے آگے رکھا تو وہ بہت خوش ہوئیں۔ اور جب شیخ عیسیٰ رحمتہ اللہ علیہ سے نامہ و پیام کیا گیا تو رضا مند ہوگئے۔ اور یوں آپ کی شادی بی بی جنت خاتون سے ہوگئی۔ شادی کے بعد آپ نے اپنے بھائی حضرت وجیہہ الدین محمد غوث سے گزارش کی کہ وہ کوٹ کروڑ کی سلطنت سنبھال لیں - لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اپنے خزانے کو تقسیم کرنے کو کہا تو حضرت محمد غوث نے یہ بھی قبول نہ فرمایا۔ حضرت احمد غوث نے شیخ حسن کو مستقل طور پر کروڑ کی حکومت کا والی مقرر کر دیا۔

حضرت احمد غوث مجسمہ علم و عمل تھے۔ اور صاحب وجد وحال بزرگ تھے - آپ کی ولایت علمیت اور زہد و فکر کا دور دور تک شہرہ تھا۔ اور طالبان حق اس چشمہ سے سیراب اور فیض یاب ہونے کیلئے دور دور سے تشریف لاتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی و دینی دولت کے علاوہ اولاد کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا۔ جن میں حضرت عبدالرشید اپنے دور کے مشہور اولیاء تھے۔

آپ کی وفات کوٹ کروڑ میں ہوئی اور یہیں دفن ہوئے۔ تاریخ وفات کا تعین ناممکن ہے - اور نہ ہی کسی تذکرے سے معلوم ہوتا ہے - آپ کا مزار دربار لعل عیسن کے شمالی طرف واقع ہے۔

غوث الاعظم حضرت بہاوالحق زکریا رحمتہ اللہ علیہ

غوث پاک حضرت بہاوالحق زکریا سہروردی جن کامزار مبارک ملتان میں مرجع خلائق عام ہے - آپ کی پیدائش کروڑلعل عیسن میں 565-66 (1169-70ء) ہجری میں ہوئی۔ کروڑلعل عیسن کو اس وقت تحصیل کی حیثیت حاصل ہے - اور یہ ضلع لیہ کی دوسری بڑی تحصیل ہے - سید جلال بخاری اچوی ملفوظ المخدوم میں آپ کی پیدائش کے متعلق لکھتے ہیں کہ میرے مخدوم شیخ بہاوالحق رحمتہ اللہ علیہ 27 رمضان المبارک شب قدر 566 ہجری میں کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے -

حضرت غوث پاک پیدائشی ولی اللہ تھے۔ روایت ہے کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں آپ صرف سحری اور افطاری کے درمیان سارا دن دودھ نہ پیتے تھے - اور جب آپکے والد محترم تلاوت قران پاک کرنے بیٹھتے تھے تو حضرت غوث پاک دودھ پینا چھوڑ دیتے تھے - اس روایت کو ایک عقیدت مند نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

جب کہ قران پڑھتے تھے والد تیرے   کان تھے تیرے بھی بس اس پر لگے
ذوق تھا تجھ کو بہت قران کا   شوق تھا تجھ کو بہت رحمان کا

حضرت ابھی کم عمر ہی تھے کہ آپ کے والد نے آپ کو مولانا نصیرالدین بلخی کے پاس بٹھا دیا۔ مولانا بلخی اس وقت کوٹ کروڑ میں رہائش پذیر تھے - آپ کے علم و عمل کا شہرہ اور چرچا دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ حضرت غوث العالمین کے ذہن خداداد کا یہ عالم تھاکہ سات سال کی عمرمیں قران پاک سات قراہ کے ساتھ حفظ کر لیا۔ اس کے بعد درسی کتابوں اور صرف ونحو کی تعلیم میں مشغول ہوئے 577-78 ہجری میں آپ کے والد محترم وفات پا گئے۔

والد کی وفات کے کچھ عرصہ بعد آپ اپنے چچا حضرت غوث احمد رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت لے کر مزید تحصیل علم کے لیے ملتان تشریف لے گئے۔ تذکرۃ الملتان کے مطابق آپ نے یہاں مولانا عبدالرشید کرمانی سے تعلیم و علم حاصل کیااس کے بعد

آپ نے ایران و توران کے مشائخ سے اکتساب فیض کیا - وہاں سے علوم قران - حدیث فقہاور تفسیر کا علم حاصل کیا۔بخارا میں آٹھ سال قیام کیا۔ اس کے بعد زیارت حرمین اشریفین کا شوق آپ کو مکہ مکرمہ لے گیا۔ مناسک حج ادا کرنے کے بعد روضہ رسول اللہ کی زیارت سے فیض یاب ہوئے۔ سرزمین عرب میں پانچ سال تک قرب رسولؐ میں گزارنے کے بعد بغداد تشریف لا کر شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوکر سترہ دن کے اندر خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

چونکہ قدرت خداوندی سرزمین ملتان کو قرامطیوں سے نجات دلانے کے لیے آپ کو چن چکی تھی - اس لیے تائیدایزدی سے مرشد کی طرف سے ملتان میں جاکر تبلیغ کرنے کاحکم ہوا۔ آپ وہاں سے سیدھے ملتان پہنچے اور یہاں آکرآپ نے علم و عرفان کی شمع روشن کی جو تا قیامت بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ مستقیم پر چلنے کے لیے روشنی مہیا کرتی رہے گی۔

آپ رئیس اولیاء تھے - آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں ہندوستان میں سہروردی طریقت کے بانی تھے - یہاں صرف ایک کرامت کا ذکر ہے - روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ نے بھَنوّر میں ڈوبتی ہوئی کشتی کو تائیدایزدی سے ،سلامت کنارے پر پہنچا دیا۔ اس لیے آج بھی جب کشتی بان دریا میں کشتی چلانے لگتے ہیں۔ تو وہ مناجات خداوندی کے بعد دم بہاوالحق کانعرہ لگاتے ہیں - آپ اکثر فرماتے کہ بندہ پر واجب ہے کہ وہ بندگی پروردگار میں صدق و اخلاق کو اپنا شعار بنالے - ماسوائے اللہ کے تصور کو مٹائے اور عبادات و اذکار میں غیراللہ کی نفی کرے ایسا کرنے میں بندہ کو لازم ہے کہ وہ اپنے اعمال احوال کو درست کرے۔اور دینی اقوال وافعال میں محاسبہ نفس کرے گفتگو سے حتی الامکان احتراز کرے ضرورت کے سوا کوئی بات نہ کرے۔ آپ کا مزار ملتان میں ہے - ہر سال آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے -جس میں ہندوستان اور پاکستان سے لاکھوں عقیدت مند شامل ہوکر خیر ہوتے ہیں۔

آپ کے مزید حالات کے لیئے تذکرہ بہاوالدین زکریا کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عنایت شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت عنایت شاہ بخاری کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ حضرت شہباز قلندر سندھڑی کے خلیفہ تھے حضرت عنایت شاہ کے شہباز قلندر سے خرقہ و خلافت پایا اور انھیں ان کی خدمت گزاری سے ہی باطنی فیض حاصل ہوا روایت کی جاتی ہے کہ حضرت عنایت شاہ صاحب لعل شہباز قلندر کے لنگر کیلئے پانی بھرا کرتے تھے اور آپنے جس مٹکے میں پانی بھرا وہ آج بھی شہباز قلندر کے مزار پر محفوظ ہے۔

اگر اس روایت کو سند مانا جائے تو پھر ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کہ لیہ میں پیر اصحاب کے بعد سب سے پہلے آنے والے ولی اللہ حضرت عنایت شاہ صاحب تھے کیونکہ حضرت لعل شہباز قلندر اور حضرت بہاوالحق ذکریا ہم زمان وہم عصر تھے ان بزرگان دین کا دور تیرھویں صدی عیسوی تھا اس لیے حضرت عنایت شاہ بخاری کا اطراف لیہ میں آنا تیرھویں صدی ثابت ہوتا ہے۔

جب حضرت شہباز قلندر نے سید عنایت شاہ بخاری کو خرقہ و خلافت عطا فرمایا تو آپکو حکم دیا کہ علاقہ تھل میں جا کر لوگوں میں تبلیغ کا کام سرانجام دیں آپ نے اپنے مرشد کے حکم سے وداع ہو کر فتح پور کے نزدیک ایک بستی میں آ کر ڈیرہ لگایا۔ آپ کے ساتھ قوم لشاری کا ایک فرد بھی تھا یہاں آپ نے کریر یعنی (کری) کے درخت کے نیچے ڈیرہ لگایا آپکا زیادہ تر وقت عبادت میں گزرتا تھا کئی کئی دن مراقبے کی حالت میں گزر جاتے تھے۔ کری کے اس درخت میں شہد کی مکھیوں نے چھتہ بنا رکھا تھا آپ جب کچھ کھانا چاہتے تو شہد کی مکھیاں چھتے سے اڑ جاتیں آپ چھتے سے ضرورت کے مطابق شہد لے لیتے تو مکھیاں پھر چھتے پر بیٹھ جاتیں۔

ایک مرتبہ آپ کہیں گئے ہوئے تھے ایک ہندو گڈریا بھیڑیں چراتا ہوا اس جگہ آگیا۔ اس نے کری میں شہد کا چھتہ دیکھا تو دھواں دے کر مکھیاں اڑادیں اور جس ٹہنی پر چھتہ لگاہوا تھا وہ کاٹ لی اتنے میں شاہ صاحب بھی تشریف لے آئے آپ نے

اسے روکا کہ شہد کو نہ کھاوء لیکن ہندو نے ان کی بات نہ مانی اور شہد کھانا چاہا لیکن شہد کی ڈلی جونہی گڈریے کے دانتوں سے لگی وہ پتھر کی شکل اختیار کر گئی اور اس پر دانتوں کے نشان بھی لگ گئے آج بھی وہ پتھر آپ کے مزار پر موجود ہے۔

اس علاقے میں سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر ایک عورت مسلمان ہوگئی گو کہ وہ خفیہ مسلمان ہوئی تھی لیکن کسی طرح سے ہندوؤں کو اس عورت کے مسلمان ہونے اور آپ سے عقیدت رکھنے کا پتہ چل گیا۔ ہندوؤں نے منصوبہ بنایا کہ شاہ صاحب کو قتل کر دیا جائے اس اکیلے پر چار طاقتور آدمی مقرر کیے گئے رات کے وقت جب وہ آپکے جھونپڑے میں شہید کرنے کے ارادے سے داخل ہوئے تو یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے کہ عنایت شاہ صاحب کے اعضاء سارے جھونپڑے میں بکھرے ہوئے تھے وہ یہ دیکھ کر بھاگ گئے۔ لیکن جب صبح ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ شاہ صاحب زندہ سلامت ہیں جن ہندوؤں نے آپکو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا انھوں نے آپکو زندہ دیکھا تو ان کی قسمت جاگ اٹھی وہ مسلمان ہوگئے پھر تو لوگوں میں ایسا اعتقاد بڑھا کہ ساری بستی مسلمان ہو گئی

جب آپ نے وفات پائی تو آپ کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔

حضرت عنایت شاہ صاحب کا شجرہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔ عنایت شاہ بن ہاشم شاہ بن حسن شاہ بن بنی شاہ بن سید بہاون شاہ بن شیخ فتح محمد بن شیخ مخدوم فریدالدین بن عبدالخالق بن عبدالجلیل بن ابوالفتح بن عالم الدین بن حامد شاہ بن محمد شاہ بن ابوالفتح بن شیخ عبداللہ بن معزالدین بن علاوالدین بن زین العابدین بن سیدنا امام حسین۔

حاضر شاہ

کوٹ سلطان کے ساتھ موضع ونجھیرہ تھل میں آپ کا مزار ہے۔ بخاری سید تھے۔ مجذوب تھے۔ لوگ آپ سے جو کچھ طلب کرتے فوراً حاضر کر دیتے اس لیے حاضر شاہ کے نام سے معروف ہوئے۔ ونجھیرے اور وینی وال اقوام کے لوگ آپ کو اپنا پیر مانتے ہیں۔

حضرت مخدوم شیخ لعل عیسن

حضرت غوث العالمین بہاو الحق زکریا کے خاندان کو کوٹ کروڑ سے ملتان منتقل ہوئے۔ ساڑے تین سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ اس خاندان نے برصغیر میں داخل ہو کر دین اسلام کی جس شمع کو روشن کیا تھا۔ اس کی کرنیں پنجاب سے لے کر مشرقی بنگال تک پہنچیں۔ کوٹ کروڑ جو اس خانوادہ قریش کے دم قدم سے اسلام کا ایک عظیم قلعہ تھا۔ اب پھر سے ہندومت کا زور ہو گیا۔ لوگوں نے اسلام کی روایات کو پس پشت ڈال دیا۔ کوٹ کروڑ شیطانیت اور برائیوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ اور یہاں کے لوگوں پر قحط عذاب الہی بن کر نازل ہو چکا تھا۔

جانور بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر چکے تھے۔ انسان درختوں کے پتے کھا کھا کر زندگی کے ہاتھوں بے تاب تھے۔ یہ تھے وہ حالات جب ولی کامل عالم بے بدل حضرت لعل عیسن کوٹ کروڑ میں تشریف لے آئے۔

آپ کا اصل نام شیخ محمد یوسف تھا۔ لیکن آپ لعل عیسن کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور آپ کے اسی معروف نام کی وجہ کوٹ کروڑ، کروڑ لعل عیسن کے نام سے مشہور ہوا۔ حافظ دین محمد صاحب امام مسجد دربار حضرت لعل عیسن روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت محمد یوسف حضرت شاہ عیسیٰ بلوٹ سے محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کا زیادہ سے زیادہ وقت وہیں گزرتا تھا۔ شاہ عیسی بلوٹ آپ کو پیار سے لعل کہتے تھے۔ جب حضرت شاہ عیسیٰ بلوٹ نے اس جہاں فانی سے کوچ فرمایا تو لوگ آپ کو لعل عیسیٰ کہنے لگے۔ جو کہ وقت گزرنے کے ساتھ لعل عیسن بن گیا۔ اور آپ کا یہ نام اس طرح مشہور ہوا کہ اب آپ کا اصل نام بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہے اور آج تک یہ نام لعل عیسن چلا آتا ہے۔ حضرت مخدوم لعل عیسن کے والد بزرگوار اپنے وقت کے صاحب علم مرد مومن اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ یہ عظیم بزرگ حضرت مخدوم بہاالدین ثانی تھے۔

مخدوم بہاوالدین ثانی کا مرتبہ مشائخ ملتان میں بہت بلند تھا۔ اور آپ کی بزرگی کا شہرہ دور دور تھا۔ 931ھ میں جب شاہ حسین ارغون نے ملتان پر حملہ کیا۔ حضرت بہاوالدین ثانی کی سفارش سے باز آیا۔ اور انہی کی وجہ سے ملتان لوٹ مار اور قتل و غارت سے محفوظ رہا۔ حضرت بہاوالدین ثانی کی وفات 1545ء میں ہوئی۔ مخدوم لعل عیسن کے ایک اور بھائی حضرت شیخ کبیر تھے۔ شیخ کبیر مخدوم محمد یوسف المعروف لعل عیسن سے عمر میں چھوٹے تھے۔ شیخ کبیر نے بچپن میں ایک مرتبہ والد کی پگڑی کو ہاتھ لگایا تو آپ کے والد نے فرمایا کہ بیٹا انشاء اللہ تو بھی ایک دن صاحب پگ ہو گا۔ جب حضرت بہاوالدین ثانی وفات پا گئے۔ تو آستانہ غوثیہ کی گدی نشینی وجہ نزع بن گئی۔

خاندانی روایات کے مطابق تو گدی نشین ہونے کا حق محمد یوسف کا تھا۔ لیکن شیخ کبیر گدی نشین ہونے کے دعوے دار تھے۔ اور اپنے اس دعوئی کی بنیاد اپنے والد کے فرمائے ہوئے الفاظ بتاتے تھے۔ اس جھگڑے نے طول کھنچا تو فیصلہ حاکم وقت تک پہنچا۔ حاکم ملتان نے علماء اور مشائخ کو جمع کیا۔ لیکن وہ بھی گدی نشینی پر متفق نہ ہو سکے۔ آخر کار یہ فیصلہ قرار پایا کہ دونوں بھائیوں کی پگڑیاں غوث العالمین بہاو الدین زکریا کے مزار مبارک میں رکھ دی جائیں۔ اور مزار کو تالا لگا دیا جائے۔ صبح کو دروازہ کھول کر دیکھا جائے گا کہ جس بھائی کی پگڑی مزار کے تعویز کے ساتھ بندھی ہو گی، وہ سجادہ نشین قرار پائے گا۔ دونوں بھائیوں کی پگڑیاں مزار کے اندر فیصلہ کے مطابق رکھی گئیں۔ اور مزار کو تالا لگا کر چابی حاکم ملتان نے اپنے پاس رکھ لی۔ صبح کے وقت جب علماء و مشائخ کی موجودگی میں دربار کا دروازہ کھولا گیا۔ تو قبر کے ساتھ دونوں پگڑیاں بندھی ہوئی تھیں۔ حاکم ملتان اور علما کرام ایک مرتبہ پھر سوچ میں پڑ گے۔ لیکن چونکہ منشائے ایزدی اسی طرح تھی کہ محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ اپنے آباواجداد کے وطن کوٹ کروڑ میں رونق افروز ہوں۔ فیصلہ حضرت شیخ کبیر کے حق میں ہوا۔

شیخ کبیر آستانہ غوثیہ کے سجادہ نشین قرار پائے۔ حضرت لعل عیسن اس فیصلہ سے آزردہ ہوئے۔ غوث الاسلام حضرت بہاو الدین زکریا کے مزار میں داخل ہوئے۔ پرنم آنکھوں سے قبر پر بوسہ دیا۔ سرہانے رکھے ہوئے قلمی قران پاک کو اٹھایا۔ الوداع کر کے وہاں سے چل دیئے۔ ذہن میں منزل کا کوئی خاکہ موجود نہ تھا۔ شہر سے باہر نکلے تو

آپ کا رخ شمال مغرب کی طرف تھا۔
رات ایک گاون میں بسر کی خواب میں حضرت بہاو الحق زکریا کی زیارت سے
مشرف ہوئے۔ حضرت نے آپ سے فرمایا کہ بیٹا تم اتنے غمگین کیوں ہو۔ کوٹ کروڑ
میں جہاں ہمارے آباد کرام نے صد ہا سال تک علم و عرفان کی شمعیں روشن کی تھیں۔
پھر اس پر بے دینی کی گھٹا ٹوپ ظلمت چھا چکی ہے۔
قدرت کو یہی منظور ہے کہ تم وہاں پر بھولی بھٹکی ہوئی مخلوق کو راہ ہدایت پر لے
آو۔ کوٹ کروڑ میں تم میرے سجادہ کی حیثیت سے کام کرو گے اور لاکھوں بندگان خدا
کو فائدہ پہنچے گا۔ آپ نے یہ بشارت سنی تو دل باغ باغ ہو گیا۔ خوشی خوشی کوٹ کروڑ
کی طرف روانہ ہوئے۔

آپ جب کوٹ کروڑ میں پہنچے تو یہاں کی مخلوق کو بھوک کے ہاتھوں نڈھال پایا۔ خشک سالی کے باعث سبزے کا نام و نشان تک نہ ملتا تھا۔ آپ نے شہر سے باہر ڈیرہ لگایا - اور عبادت میں مشغول ہو گئے - لوگوں نے جب دیکھا کہ ایک نورانی صورت شخصیت تشریف فرما ہے تو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے - آپ نے جب لوگوں کو بھوک سے نڈھال دیکھا - تو آپ لوگوں کی اس مصیبت کو دیکھ نہ سکے - خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے - آپ کی دعا قبول ہوئی - آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جاوء دریا سے مچھلیاں پکڑو اور پکا کر کھاو - لوگوں نے عرض کی دریا کی تمام مچھلیاں ہم پہلے ہی پکڑ کر ختم کر چکے ہیں - آپ نے دوبارہ فرمایا کہ جاو دریا سے مچھلیاں پکڑو اور پکا کر کھاو اللہ تعالیٰ برکت دے گا - کوٹ کڑور کے تمام لوگ یہ سن کر دریا پر پہنچے - تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جس دریا میں صبح تک ایک مچھلی نہ پائی جاتی تھی - اب اس دریا میں مچھلیوں کی نسبت پانی بھی کم نظر آتا تھا - لوگ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت معتقد ہوئے - آپ کی اس کرامت کے متعلق آج تک یہ کہا جاتا ہے -

لالن آیا کچھی - ہک حصہ پانی ڈو حصے مچھی

یعنی کہ لعل عیسن کچھی میں آیا تو آپ کے آنے کی برکت سے دریا میں ایک حصہ پانی اور دو حصے مچھلی ہوگئی - اب لوگ ہر وقت پروانہ وار آپ کے پاس آنے لگے

- آپ نے یہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی - جو کہ اب تک آپ کے مزار کے سامنے موجود ہے - کنواں کھدوایا - حجرے تعمیر کرائے - ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ علم کے پیاسے اس چشمہ فیض سے سیراب ہونے لگے - مسلمانوں میں تعلیم و تدریس کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ہندوں میں بھی ایک خدا کی تعلیم و تبلیغ کرتے - آپ کی تبلیغ سے ہزار ہا ہندو مسلمان ہوئے - روایت ہے کہ ملتان میں آپ نے اپنے والد سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے ساتھ دوسرے علماء وقت سے بھی علم حاصل کیا۔

آپ کے ان اساتذہ میں حضرت ملوک سندھی کا نام نامی بھی ملتا ہے - حضرت لعل عیسن جب ملتان چھوڑ کر کوٹ کروڑ میں متمکن ہوئے تو آپ کے استاد محترم حضرت ملوک سندھی بھی کوٹ کروڑ تشریف لائے - مولانا بھی آپ کو سجادگی کا حقدار جانتے ہوں گے - اس لیے مولانا سندھی کے کروڑ آنے کی وجہ یہی ہو گی - دوسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوٹ کروڑ میں ہزار ہا تشنگاں علم جمع ہو گئے تھے۔ اس لیے قدرت ان کی روحانی تربیت حضرت ملوک سندھی سے کرانا چاہتی ہو - بہرحال پیر ملوک سندھی نے اس علاقہ میں دین اسلام کی تعلیم و تبلیغ میں اہم کردار ادا کیا - مولانا سندھی نے کوٹ کروڑ میں وفات پائی - یہیں دفن ہوئے - مولانا سندھی کی قبر روضہ حضرت لعل عیسن کے شمال جانب، آج بھی موجود ہے - جس پر مولانا پیر ملوک سندھی کے نام کی ملتانی اینٹ لگی ہوئی ہے۔

حضرت لعل عیسن نے کروڑ کو جائے مسکن بنا لیا تھا۔ لیکن آپ کو سیر و سیاحت کا شوق بھی تھا - آپ زیادہ تر دریائے سندھ میں کشتی کے ذریعے سفر کرتے تھے - جہلم سے لے کر سندھ تک آپ کے آنے جانے اور تبلیغ کرنے کے ثبوت ملتے ہیں -

میاں آدم شاہ کلہوڑا جو کہ مہدوی تحریک کے بانی سید محمد جونپوری سے سلسلہ سہروردی میں بیعت تھے۔ بذات خود بھی ایک بزرگ تھے - ہزاروں کی تعداد میں مرید رکھتے تھے - وہ حضرت لعل عیسن سے دلی عقیدت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ جب حضرت لعل عیسن تلمبہ میں تشریف فرما تھے - یہاں آدم شاہ نے تلمبہ میں آ کر ہزاروں مریدوں کے ساتھ آپ کی قدم بوسی کی اور دل کو شاد کیا -

میاں آدم شاہ کلہوڑا کی آپ سے عقیدت اور محبت کا اندازہ اس بات سے چلتا

ہے کہ جب مغلیہ حکومت کے دور میں آدم شاہ پر فوج کشی کی گئی - تو میاں آدم شاہ کلہوڑا کو گرفتار کرلیا گیا اور پھانسی دینے کا حکم ہوا - آدم شاہ نے اپنی جو آخری خواہش ظاہر کی وہ یہ تھی کہ اسے کوٹ کروڑ میں جا کر حضرت مخدوم لعل عیسن کی زیارت سے شرف یاب ہونے دیا جائے -

لہذا میاں آدم شاہ کلہوڑا کوٹ کروڑ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کا طلبگار ہوا۔ میاں الہی بخش سرائی لیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت لعل عیسن نے اس واقعہ کو مشیت ایزدی قرار دیا اور خدا پر راضی برضاء رہنے کی تلقین کی۔ اس موقع پر حضرت لعل عیسن نے میاں آدم شاہ کلہوڑہ کو ایک بہترین مشکی بیل تحفتاً عنایت فرمایا -

جن دنوں حضرت لعل عیسن کوٹ کروڑ میں تشریف لائے -ان دنوں اس علاقہ میں بلوچ حکمران تھے - دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر بلوچ آبادیاں قائم تھیں - ڈیرہ اسماعیل خان ، ڈیرہ غازی خان ، سرزمین لیہ ، سیت پور اور سندھ میں ٹھٹھ تک کے لوگ آپ سے گہری عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔

اس دور کے حکمران اسماعیل خان ، فتح خان اور غازیخان آپ کے حد درجہ عقیدت مند تھے - کوٹ کروڑ میں آپ نے جو مدرسہ قائم کیا تھا - اس میں توسیع کے لیے ان حکمرانوں نے پختہ مسجد ، حجرے اور عمارات تعمیر کرائیں - آپ کا مزار بھی انہی بلوچ سرداروں نے بنوایا۔ اور بعد از وفات یہیں حضرت لعل عیسن کی پائینتی میں مدفون ہوئے -

آپ کی کرامات ویسے تو بہت ہیں - ایک روایت جو کہ آج بھی سینہ بہ سینہ چلی آتی ہے - اس کی تصدیق کتاب اذکار قلندری سے بھی ہوتی ہے - " آپ جب اپنے والد محترم کی وفات کے بعد کوٹ کروڑ میں تشریف لائے - تو یہاں قحط اور خشک سالی تھی -گندم کی کاشت کا موسم تھا - نہ تو زمین میں نمی تھی کہ کسان ہل چلا سکیں - اور نہ ان کے پاس گندم کا بیج تھا - کہ وہ فصل کاشت کر سکیں - لوگوں نے آپ سے بارش کیلئے دعا کی التجا کی تو آپ نے بارگاہ خداوندی میں خشک سالی دور کرنے اور بارش برسانے کیلئے گذارش کی جو کہ مقبول ہوگئی - بعد از بارش لوگ پھر حاضر ہوئے کہ

ہمارے پاس تو فصل بونے کیلئے بیج بھی نہیں ہے - آپ نے لوگوں سے فرمایا" کیا تمہارے پاس گندم کا بھوسہ موجود ہے □ " لوگوں نے ہاں میں جواب دیا - تو آپ نے فرمایا کہ جاو کھیتوں میں بھوسہ بکھیر کر ہل چلا دو انشاء اللہ فصل اگ آئے گی -

لوگوں نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا - کھیتوں میں بھوسہ بکھیر کر ہل چلا دیئے - خدا کی قدرت سے بھوسے کے ڈنٹھل پھوٹ پڑے اور ایسی بھرپور فصل ہوئی کہ اناج کے ڈھیر لگ گئے - حضرت حاجی عبدلوہاب دین پناہ جن کا مزار مبارک دائرہ دین پناہ تحصیل کوٹ ادو میں ہے - آپ کے ہم عصر اور ہم زماں تھے -

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت لعل عیسن مکان کی دوسری منزل سے کھڑکی میں سے سر نکال کر باہر دیکھ رہے تھے کہ حضرت دین پناہ کی کشتی خشکی پر رواں دواں تھی - آپ کو یہ ناگوار گزرا اور آپ نے وہ کشتی وہیں روک دی - جب حضرت عبدالوہاب دین پناہ رحمتہ اللہ نے کشتی کو رکے ہوئے دیکھا - تو کشف سے سبب معلوم ہوا۔ دین پناہ نے حضرت لعل عیسن پر نظر ڈالی اور فرمایا۔ " اچھا سنگھلا (سینگوں والا) کشتی تو نے روکی ہے -" حضرت دین پناہ کے یہ کہنے سے حضرت لعل عیسن کے سر پر سینگ نمودار ہو گئے - جن کی وجہ سے آپ کا سر کھڑکی میں پھنس کر رہ گیا - حضرت لعل عیسن نے سر پر سینگ دیکھے اور خود کو پھنسے ہوئے پایا تو کشتی کو روانہ ہونے کا حکم دیا کشتی روانہ ہوئی تو حضرت لعل عیسن کے سر پر سینگ بھی غائب ہو گئے -

آپ کا مزار انوار بلوچ سرداروں نے تعمیر کرایا تھا - آپ کے مزار مبارک پر ہر سال 14 بھادوں کو ایک بہت بڑا میلہ لگتا ہے - جو کہ چودھویں کا میلہ کہلاتا ہے۔ اس میلے میں دور دور سے لوگ شرکت کرنے کے لیے آتے ہیں - اونٹوں کی خرید وفروخت ہوتی ہے - کبڈی دودا - والی بال اور دوسرے مقامی کھیلوں کے مقابلے ہوتے ہیں -

آپ کے مزار مبارک پر مسجد میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے - لیکن آج نہ تو مولانا ملوک سندھی جیسے جید عالم اساتذہ ، حضرت شیخ محمد یوسف لعل عیسن جیسے ولی کامل موجود ہیں - کہ جس کی ایک نگاہ حیات انسانی کی کایا پلٹ دے - آج ہمارے لیے ان برگزیدہ ہستیوں کے یہ مزارات بھی غنیمت ہیں کہ اگر ایک تنگ دل سے تنگ دل انسان کو جو روحانی سکون مزارات پر حاضری دینے سے ملتا ہے - اس

کیفیت سے صرف وہی لذت آشنا ہیں۔ جو اس نعمت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

حضرت لعل عیسن نے جب کروڑ میں تعلیم و تربیت کا کام شروع کیا تو آپ کے نام لعل عیسن کی وجہ سے کوٹ کروڑ، کروڑ لعل عیسن کے نام سے مشہور ہوا ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے دریا میں ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر ایک کروڑ مرتبہ سورہ مزمل کا ورد کیا۔ جب ایک کروڑ مرتبہ سورہ مزمل کا ورد ہو چکا تو آپ دریا سے باہر آئے۔ دریا کے کنارے کھجوروں کے درخت تھے۔ اور پھل لگے ہوئے تھے۔ آپ نے کھجور کے درخت سے لگے ہوئے ایک خوشے کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے سورہ مزمل کی ایک آیت پڑھی تو خوشہ ایک دم درخت سے کٹ کر نیچے آگرا۔

آپ کے بھائی شیخ کبیر جو کہ دربار غوث العالمین حضرت بہاوالحق ذکریاء رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشیں تھے۔ 1587ء میں رحلت فرما گئے۔ لیکن حضرت لعل عیسن رحمتہ اللہ علیہ کی وفات تاریخ نامعلوم ہے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ کی وفات 1580ء اور 1600ء کے درمیان ہوئی ہو گی۔

حضرت لعل عیسن کی روحانیت سے ہزار ہا لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ آپ جس شخص پر بھی ایک نگاہ قلندرانہ ڈالتے وہ دنیاداری چھوڑ اللہ سے لو لگاتا۔ آپ روحانیت اور علم باطنی کے اس مقام و درجے پر فائض تھے جہاں اولیائے اللہ سالوں کے مجاہدے اور عبادت کے بعد پہنچ پاتے ہیں۔ حضرت لعل عیسن جب ملتان سے کوٹ کروڑ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کوٹ کروڑ کے راستہ سے ناواقف تھے۔ جب آپ لیہ کے علاقہ تھل میں پہنچے تو آپ نے ایک شخص غلام حسن سے راستہ پوچھا جو کہ کھیتوں کو بذریعہ کنواں پانی دے رہا تھا۔ آپ نے اس غلام حسن سے کوٹ کروڑ کا راستہ پوچھا تو غلام حسن نے جواب دیا کہ کروڑ دا رستہ ڈکھاواں یا توڑ پہنچاواں (یعنی کہ صرف راستہ ہی بتا دوں یا کوٹ کروڑ پہنچا کر آوں)۔ حضرت لعل عیسن نے جواب دیا۔ میاں بہتر تو یہی ہے کہ مجھے کوٹ کروڑ پہنچا دو۔

غلام حسن نے کام وہیں چھوڑا۔ آپ کے ساتھ چل پڑے اور آپ کو کوٹ کروڑ پہنچا کر واپس آنے لگے تو جیب سے کچھ رقم نکال کر حضرت لعل عیسن کی خدمت میں پیش کی۔ آپ اس شخص کا خلوص اور ایثار دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور فرمایا واہ میاں

حسن ہتھوں ڈیون تے راہ وی ڈسن (واہ میاں حسن ایک تو مجھے منزل پر پہنچایا دوسرے جیب سے رقم بھی دے رہے ہو)

آپ غلام حسن سے بہت خوش ہوئے اس سے معانقہ کیا اور فرمایا حسن تو نے ہمیں منزل تک پہنچایا جا میں نے بھی تجھے تیری منزل تک پہنچا دیا۔ آج سے دنیا تجھے حسن شیر کہے گی۔

حسن شیر واپس گھر آیا تو کار جہاں چھوڑ عبادت الہٰی میں مشغول ہو گئے۔ حسن شیر کے مزار پر ہر سال میلہ بھی لگتا ہے۔

حضرت جہان شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

دربار جہان شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا مزار نہر کالونی کے جنوب کی طرف واقع ہے۔ آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت جہان شاہ بخاری صاحب جلال بزرگ تھے۔ علاقے بہاول پور کی طرف سے یہاں تشریف لائے روایت کی جاتی ہے اور اس روایت کے تصدیق 1878.80ء کے ریکارڈ بندولست سے بھی ہوتی ہے۔ کہ سید جہان شاہ بخاری علاقے بہاول پور سے لیہ میں 1770ء اور 1779ء کے دوران آئے آج کل جہاں آپ کا مزار ہے۔ آپ نے اس جگہ کو غیر آباد دیکھ کر ڈیرہ لگایا۔ آپ کے ساتھ آپکا ہمشیرہ زادہ سید مرید حیدر شاہ بھی آیا جب آپ کی بزرگی اور فقیری کا چرچا دور دور تک ہوا تو بہت سی اقوام کے لوگ آپ کے معتقد ہو گئے۔ حسن خان لسکرانی جو کہ اس وقت منکیرہ کے جسکانی حکمران کی طرف سے لیہ کا صوبہ دار تھا سید جہان شاہ بخاری کا معتقد تھا حسن خان لسکرانی نے آپ کو کچھ رقبہ برائے آباد کاری دیا اور ایک کنواں اپنی لاگت سے بنوا کر دیا اور اس کنواں سے سیراب ہونے والی زمین اور پیدا ہونے والی فصل پر لگان بھی معاف تھا چونکہ سید جہان شاہ رحمتہ اللہ نے شادی نہ کی تھی اس لیے جب آپ نے وفات پائی تو سید مرید شاہ جو کہ آپ کا بھانجا تھا۔ اس کنویں اور زمین کا مالک بنا۔ اسی نے آپ کی قبر پر پختہ مزار تعمیر کروایا اور خود اس کا مجاور بن گیا۔

حضرت محمد راجن بخاری سہروردی عرف سدا بھاگ رحمتہ اللہ علیہ

سر زمین ہندو پاکستان میں حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی کے خاندان کا کردار اشاعت اسلام میں نمایاں ہے - سید جلال الدین بخاری جن کا مزار مبارک اچ مبارک میں ہے - بخارا سے ملتان تشریف لائے۔ ملتان میں حضرت بہاء الدین زکریا سہروردی کی خدمت میں رہے - چھ سال اپنے پیر طریقت کی خدمت میں رہنے کے بعد فرقہ خلافت سے نوازے گئے -اور آپ کو سلسلہ سہروردی کو آگے بڑھانے کی اجازت مل گئی - ملتان سے اچ شریف سکونت اختیار کی اور اشاعت اسلام میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا۔ حضرت سید جلال الدین بخاری مسلک حنفی سہروردی سے وابستہ تھے۔

سید محمد راجن سدا بھاگ انہی بزرگ کی اولاد میں سے تھے۔ سید محمد راجن کے والد گرامی شیخ حامد کبیر ثانی دربار حضرت جلال الدین سرخ بخاری کے سجادہ نشین تھے۔ ان دنوں ملک میں افراتفری کا سماں تھا۔ اچ شریف پر کئی حملے ہوئے اور کئی بار لوٹا گیا۔ لہٰذا 933 ہجری میں جب شاہ ارغون والی سندھ نے اچ شریف پر حملہ کیا۔ شہر کا مال واسباب لوٹ کر کشتیوں میں بھر کر لے گیا تو حضرت شیخ حامد کبیر ثانی روز روز کے حملوں سے تنگ آکر بمع اہل و عیال نقل مکانی کر کے عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں سکونت پذیر ہو گئے۔

سید محمد راجن بھی اپنے والد محترم کے ساتھ عیسیٰ خیل میں رہائش پذیر ہوئے - آپ کی شادی مبارک خان لنگاہ کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ جس سے آپ کا ایک بیٹا سید زین العابدین تھا۔ جس سے آپ کو بہت زیادہ پیار تھا۔ جب سید زین العابدین عالم جوانی میں وفات پاکر موجودہ قصبہ راجن شاہ میں مدفون ہوئے تو حضرت محمد راجن رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کے جائے مدفن کو جائے مسکن بنایا۔ ان دنوں یہاں جنگل تھا۔

اور اس جنگل میں ایک قوم بھلیم رہتی تھی - یہ قوم مویشی پالتی اور لوٹ مار سے زندگی کے گزراوقات بسر کرتے۔ اور جب ان پر حملہ کیا جاتا تو جنگل میں چھپ کر جان بچاتے۔

سید محمد راجن نے اس قوم سے جنگ کر کے جنگل سے نکال دیا۔ جنگل صاف کرا کر آبادی شروع کی۔ اپنے پیارے بیٹے سید زین العابدین کا مزار تعمیر کرایا۔ رہائش کے لیئے مکانات بنائے اور ایک تعلیمی درسگاہ کی بنیاد رکھی - آپ کے مریدین اور معتقدین نے بھی یہاں رہائش اختیار کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اچھی خاصی آبادی ہو گئی۔

سید محمد راجن اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی کامل ذی علم متقی صاحب ذوق شوق اور صاحب کرامت بزرگ تھے - اوائل عمر میں آپ نے اپنے دادا حضرت مخدوم سید کیمیا نظر بخاری سے اچ شریف میں تعلیم حاصل کی - اپنی ذہانت چرب لسانی اور وضاحت بیانی کی وجہ سے ممتاز علماء اور اولیاء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے علاقہ تھل میں جنگل شگافی کر کے جس علمی درسگاہ کی بنیاد رکھی تھی جلد ہی اس کا شہرہ دور دور تک پہنچا۔ آپ کی تعلیم و تدریس سے ہزار ہا تشنگان علم کی سیرابی ہوئی۔ اور ہزار ہا لوگ آپ کے خلوص محبت اخلاق سخاوت اور تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام لائے۔ سخاوت میں آپ کا ثانی نہ تھا۔ طالبان علم جو کہ دور دور سے آپ کے پاس آتے - آپ ان کے رہائش و خوراک کے تمام اخراجات خود برداشت کرتے۔ سوالی کو کبھی در سے خالی نہ لوٹاتے - آپکو آپ کی اسی سخاوت کی وجہ سے سدا بھاگ (ہمیشہ کا بخت) کہا جاتا ہے۔

جب حضرت سید محمد راجن کا خاندان اچ شریف سے عیسیٰ خیل منتقل ہو گیا تو سید جلال الدین سرخ بخاری اور دوسرے بزرگوں کے مزارات کی سجادگی اور گدی نشینی بھی آپ کے خاندان سے چلی گئی - اور آپ کی عدم موجودگی میں سید رحمت اللہ شاہ چاندنہ چراغ نے تمام خانقاہوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ سید محمد راجن بخاری نے جب حالات پر سکون دیکھے اور آپ کے پاس مریدین کی جمعیت بھی کافی ہو گئی تو آبائی خانقاہوں کو دوبارہ حاصل کرنے کا پروگرام بنایا۔ اپنے پوتے سید حسن جہانیاں رحمتہ اللہ

علیہ کی سربراہی میں اپنے مریدین اور معتقدین کی ایک زبردست فوج تیار کی اور انہیں حکم دیا کہ اوچ شریف پہنچ کر سید رحمت اللہ شاہ چاندنہ چراغ سے تمام خانقاہیں چھین لو اور انہیں اوچ شریف سے نکال دو۔ سید حسن جہانیاں کافی جمعیت لے کر اوچ شریف پر حملہ آور ہوئے۔ سید رحمت اللہ شاہ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن فتح مخدوم حسن جہانیاں کو ہوئی۔ سید رحمت اللہ شاہ اچ شریف چھوڑ کر چلے گئے۔ اور سید جلال الدین سرخ بخاری کی سجادگی مخدوم حسن جہانیاں کے قبضے میں آگئی۔

مخدوم حسن جہانیاں تو غالباً اچ شریف میں منتقل ہو گئے لیکن سید محمد راجن نے اپنے بیٹے کی تربت چھوڑنا برداشت نہ کیا۔ اپنی نگرانی میں خانقاہ تعمیر کرائی اور بعد ازاں وفات اس مقبرے میں دفن ہوئے۔

حضرت سید محمد راجن نے علوم متداولہ اپنے والد اور اپنے دادا سے حاصل کیئے۔ اپنے والد کی نگرانی میں مجاہدے کیئے۔ آپ کا شمار اپنے زمانے کے چوٹی کے علماء اور اولیاء میں ہوتا تھا۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور بزرگی کی شہرت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جب آپ دہلی میں دربار مغلیہ پہنچے تو مخدوم الملک عبداللہ لاہوری جو کہ قاضی القضاۃ تھا۔ آپ کی علمی قابلیت، زہد و تقوی کی شہرت سن کر جل اٹھا۔ اور آپ پر رافضیت کا الزام لگا کر بادشاہ کو آپ سے بدظن کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ہمایوں نے آپ کے استقبال کے لئے اپنے امراء اور بیٹے اکبر کو بھیجا اور دربار میں آپ سے نہایت ادب کے ساتھ پیش آیا۔

حضرت سید محمد راجن بخاری کا خاندان سلسلہ سہروردی سے منسلک رہا ہے لیکن حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں جہانگشت سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ قادریہ میں بھی خرقہ و خلافت کے حامل تھے۔ حضرت محمد راجن بھی اپنے آباواجداد کے سلسلہ اور مسلک کے پیروکار تھے اور دین اسلام میں تفرقہ بازی پیدا کرنے والوں کے خلاف تھے۔ آپ کے مسلک سے متعلق بھی ابہام پیدا کیئے جا رہے ہیں جیسا کہ رسالہ نادرۃ الزمن میں کتاب مجالس المومنین کے حوالے سے آپ اور آپ کے خاندان کا مسلک شیعہ بیان کیا گیا ہے۔

مخدوم الملک عبداللہ لاہوری دربار ہمایوں اور دربار اکبری میں قاضی القضاۃ کے

عہدے پر فائض تھا۔ یہ شخص چڑھتے سورج کا پجاری، خوشامدی، لالچی اور دولت کا حریص تھا۔ ہر ممکن اور ناممکن طریقہ سے دولت سمیٹنے میں لگا رہتا تھا مخدوم الملک نے بظاہر تو ایک بہت بڑے عالم کا سوانگ رچا رکھا تھا لیکن حقیقت میں وہ رشوت، ہیرا پھیری اور ناجائز ذرائع سے دولت جمع کرنے میں مصروف رہتا۔ خود کو زکواۃ سے بچانے کے لئے وہ اپنی تمام دولت اپنی بیوی کے نام ہبہ کر دیتا تھا اور پھر دو تین ماہ کے بعد واپس لے لیتا اور اس طرح خود کو صاحب نصاب ہونے سے بچا لیتا۔ مخدوم الملک نے اپنے گھر کی حویلی میں بڑی بڑی قبریں بنا رکھی تھیں جنہیں وہ اپنے آباو اجداد کی قبریں بتاتا تھا۔ لیکن جب شہنشاہ اکبر نے ان قبروں کو کھدوایا تو ان قبروں میں ہیرے، جواہرات، سونا، چاندی جو کہ کروڑہا روپے کی مالیت بنتی تھی برآمد ہوئی۔

مخدوم الملک کو دربار ہمایوں و دربار اکبر میں بلند رتبہ حاصل تھا۔ اور وہ ہر اس شخص کا دشمن بن جاتا تھا۔ جس کے متعلق اسے ذرا بھی شبہ ہوتا کہ وہ شخص دربار میں رہ کر مخدوم الملک کا مرتبہ کم کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ چونکہ سید محمد راجن ایک بلند مرتبہ عالم، متقی اور زاہد بزرگ ولی اللہ تھے۔ اس لیئے مخدوم الملک کو خدشہ تھا کہ سید محمد راجن کی دربار مغلیہ میں موجودگی سے اس کی تمام بدکرداریوں کا پول کھل سکتا ہے۔ لہٰذا اس نے جہاں آپ سید محمد راجن سے بادشاہ کو بدگمان کرنے کے لئے دوسرے کئی ہتھکنڈوں سے کام لیا ہوگا۔ وہاں اس نے آپ پر رافضیت کا بھی الزام لگایا۔

رسالہ نادرۃ الزمن صفحہ نمبر 5 پر مولانا وصی حیدر خان کتاب مجالس المومنین کے حوالے سے سید جلال الدین سرخپوش بخاری کے حالات میں لکھتے ہیں "سید مذکور" (سید جلال سرخپوش) حالات کی نامساعدت کی وجہ سے عراق سے کوچ فرما کر بخارا میں تشریف لائے اور جب بخارا میں بھی امن و سلامتی نظر نہیں آئی تو وہاں سے دارالحرب کابل ہجرت فرمائی لیکن کابل میں جن لوگوں سے واسطہ پڑا ان کے حالات بھی سابقہ جگہوں سے مختلف نہیں تھے لہٰذا وہاں پر بھی نہ ٹھہر سکے ان کی تنگ نظری اور تعصب کی وجہ سے ہجرت کر کے وارد ہندوستان ہوئے سو یہاں بھی لوگوں کے حالات و عقائد حنفی تھے لیکن بادل نخواستہ یہاں پر قیام کیا اور از راہ تقیہ زندگی گزارنی

شروع کی اور مدت مدید تک اپنے آباواجداد کے مذہب کو چھپائے رکھا یہاں تک کہ نااہل قسم کے لوگوں کے ربط اور جہلا کی مصاحبت کی وجہ سے آپ کی بعض اولاد اپنے آبائی مذہب (شیعہ) کو خیرباد کہہ بیٹھی۔

آگے چل کر اسی رسالہ میں سید محمد راجن کے حالات میں لکھتے ہیں لیکن آپ (سید جلال سرخپوش بخاری) کی اولاد میں سے ایسے بزرگوار بھی گزرے ہیں کہ جنہوں نے اعلائے کلمۃ الحق اور اپنے آبائی مذہب (شیعہ) کی ترویج میں کارہائے نمایاں انجام دیئے جن میں سرفہرست اسم گرامی جناب السید راجو البخاری کا ہے جنہوں نے ترک تقیہ کرکے کھلم کھلا تبلیغ فرمائی ...... سید قاضی نور اللہ نے اپنی کتاب مجالس المومنین میں سید محمد راجن کو اس لئے شیعہ لکھا تھا کہ مخدوم الملک نے آپ پر شیعہ ہونے کا الزام لگایا تھا مخدوم الملک جس کا اصل نام عبداللہ تھا۔

علامہ نور اللہ شوستری نے سید محمد راجن کے حالات میں جو کچھ بھی لکھا ہے - وہ حالات واقعات اور تاریخی و سوانحی کتب کے مطالعہ سے غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ سید جلال الدین بخاری سلسلہ سہروردی میں غوث العالمین حضرت غوث بہاء الدین زکریا سے بیعت تھے عرصہ چھ سال تک ان کی خدمت میں رہ کر فرقہ خلافت حاصل کیا۔

حضرت سید جلال الدین بخاری کی ملتان میں آمد سے متعلق نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں " جن دنوں حضرت غوث العالمین (بہاء الدین زکریا) بخارا میں رہتے تھے ایک نجیب الطرفین سید حضرت علی کو آپ سے بڑی عقیدت ہوگئی - آپ کے ملتان آنے کے بعد بھی وہ ہمیشہ آپ کی تعریف میں **رطب اللسان** رہتے تھے ان کے نوجوان صاحبزادے سید جلال اپنے والد کی زبان سے بار بار تعریف سن کر حضرت غوث العالمین کے معتقد ہوگئے اور ارادات و عقیدت یہاں تک پہنچی کہ ایک مرتبہ والد بزرگوار سے اجازت لے کر ملتان کو چل پڑے اگرچہ وہ زمانہ بے حد **تشویشناک تھا** بخارا سے ملتان تک خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں اس کے باوجود آپ سچی تڑپ اور طلب صادق کی حفاظت میں بخیر و عافیت ملتان پہنچ گئے۔

ملتان پہنچ کر حضرت بہاء الدین زکریا کی خدمت میں رہنے لگے۔ علوم روحانی سے

بہرہ ور ہو کر خرقہ خلافت پایا۔ اچ شریف میں رہائش اختیار کرکے محلہ بخاریاں کی بنیاد رکھی حضرت جلال الدین بخاری مسلک حنفیہ کے نہایت سچے پیروکار او دین اسلام کے مبلغ تھے خاندان سید محمد راجن کے عقائد کیا تھے اس کے متعلق حضرت مخدوم جلال الدین کی کتاب " الدرا المنظوم " کا حوالہ پیش خدمت ہے

یعنی ہم رسول اللہ کے کسی صحابی سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے درمیان اہلسنت و الجماعت اور درمیان روافض کے کیونکہ وہ بیزار ہیں صحابہؓ سے سوائے علیؓ کے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان ہے کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاوء گے - اور اگر انکار کروگے تو گمراہ ہوجاوء گے - پس ہم سب صحابہؓ کو برابر واجب الاحترام جانتے ہیں لیکن شیعہ حضرات صرف حضرت علیؓ سے باقی تمام صحابہؓ کے مقابلے میں زیادہ محبت رکھتے ہیں اور یہ اعتقاد رافضیوں کے اعتقاد سے زیادہ قریب ہے

-

حضرت مخدوم الدرا المنظوم مین صفحہ 238 پر تحریر کرتے ہیں۔

والفضل النلس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثمہ عمر ثمہ عثمان ثمہ علی

ترجمہ -- حضرت محمد کے بعد حضرت ابوبکرؓ ان کے بعد حضرت عمرؓ ان کے بعد حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد حضرت علیؓ بالترتیب تمام لوگوں سے افضل ہیں حضرت مخدوم بخاری کا درج بالا اعتقاد مسلک شیعہ کے بالکل خلاف ہے۔لہٰذا یہ کب ممکن ہوسکتا ہے کہ حضرت مخدوم جلال الدین تقیتاً" مسلک شیعہ سے وابستہ ہوں لیکن تعلیم و تبلیغ مسلک حنفی کی نشرواشاعت کرنے کی بجائے خاموشی کو بہتر سمجھتے لہٰذا آپ کے خاندان سے متعلق یہ گمان کرنا کہ وہ مسلک شیعہ کا پیروکار تھا - ناصرف خلاف حقیقت ہے بلکہ آپ جیسے عظیم ولی کامل کی سیرت و کردار سے متعلق ابہام پیدا کرنے کی ایک دانستہ کوشش ہے "

حضرت سید جلال الدین بخاری سرخ پوش غوث العالمین حضرت بہاء الدین زکریا کے مرید تھے سلسلہ سہروردیہ آپ کے خاندان کے بزرگوں سے ہندوستان کے چپے چپے میں پھیلا - حضرت سید جلال الدین جلال جہانیاں جہانگشت نے حضرت ابوالفتح شاہ

رکن عالم سے خرقہ خلافت پایا تھا۔

کیا حضرت غوث العالمین، حضرت بہاء الدین زکریا اور قطب الاقطاب شاہ رکن عالم جیسے عظیم اولیاء کرام بھی اپنے مریدوں کے اصلی مسلک اور مذہبی عقائد سے واقف نہ ہوسکے۔ جن کے کشف و کرامات کی گواہی سرزمین پاکستان کا ایک ایک ذرہ دے رہا ہے۔ حضرت محبوب الٰہی دہلوی آپ کے متعلق فرماتے ہیں " حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا نے درویشی کے ستر ہزار علوم طے کرلیئے تھے اور ان پر اپنے عمل کو حد کمال تک پہنچادیا تھا۔ انہیں اتنی روحانی قوت حاصل ہوچکی تھی۔ اگر آسمان کی طرف نظر اٹھاتے۔ عظمت عظیم بے حجاب مشاہدہ کرتے اور اگر زمین پر نظر کرتے تو تحت الثریٰ تک کی چیزیں دکھائی دینے لگتیں

لہٰذا جن بزرگوں کا تصوف کی دنیا میں یہ مقام ہو وہ اپنے زیر تربیت مریدین کی دلی کیفیات تک رسائی نہ رکھتے ہوں اور انہیں خرقہ ہائے خلافت عنایت فرما کر سلسلہ کو آگے چلانے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ یہ کبھی بھی ممکن نہیں ہوسکتا۔

ان تمام حالات واقعات اور تاریخی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ نہ تو حضرت سید محمد راجن بخاری مسلک شیعہ سے منسلک رہے ہیں اور نہ آپ کے آباؤ اجداد کا مسلک کبھی شیعہ رہا ہے اور نہ انہوں نے کبھی تقیہ کی حالت میں زندگی گزاری۔

عام طور پر روایت کی جاتی ہے کہ سید محمد راجن نے اپنے حالات و ملفوظات پر ایک کتاب قلمی تحریر کی تھی۔ جو کہ بعد میں اس لیئے دانستہ چھپائی گئی اس سے آپ کے عقائد اور مسلک حنفی کی وضاحت ہوتی تھی۔

آپ کے مزار مبارک پر ایسی منقش اور لکھی ہوئی سلیں لگی ہوئی تھیں جن سے آپ کے عقائد حنفیہ کی توثیق ہوتی تھی۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اینٹیں اکھاڑ کر کسی جگہ دفن کردی گئی تھیں۔

حضرت سید راجن بخاری کے آباؤاجداد نہایت دین دار باعمل مسلمان اور مسلک حنفی کے سچے پیروکار تھے آپ کی اولاد امجد بھی بعد میں بیس پشتوں تک مسلک حنفی سے منسلک رہی لیکن مخدوم نوبہار ثالث کے دور سجادہ نشینی میں یہ خانوادہ مسلک اہل

سنت و الجماعت کی آغوش سے نکل کر مسلک اہل شیعہ سے مربوط ہوگیا، مسلک کی اس تبدیلی پر مولانا نور احمد خان فریدی کا قلم ان الفاظ میں نوحہ خانی کرتا ہے۔ مخدوم حامد نو بہار ثالث اپنے والد ماجد مخدوم ناصر الدین رابع کے بعد سجادہ نشین ہوئے ہیں۔ جنہوں نے قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی سے بیعت کی اور ایک ہزار بیگھ جاگیر جھیلن والی بھی اپنے پیر کی نذر کی جو آج تک مہاروی صاحبزادگان کے قبضے میں چلی آتی ہے اس طرح اس آستان کا تعلق حضرات چشت اہل بہشت سے مربوط رہتا، تو پھر کوئی بات نہ تھی۔ کیونکہ ان خانوادوں نے ہمیشہ یک جہتی سے خلق خدا میں اصلاح نفس کا کام کیا ہے۔ خود حضرت مخدوم جہانیاں بھی چشتی سہروردی تھے لیکن افسوس ہے کہ روحانیت کا یہ بہت بڑا مرکز نہ صرف ان خانوادوں سے چھن گیا۔ بلکہ اہلسنت و الجماعت کی آغوش شفقت سے بھی نکل گیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کے خاندان مسلک شیعہ کا کب پیرو کار بنا وہ درج ذیل شجرہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی
سید احمد کبیر بخاری
جلال الدین حسین جہانیاں جہانگشت
سید ناصر الدین محمود بخاری
سید حامد کبیر احمد
سید رکن الدین بخاری
مخدوم سید کیمیا نظر بخاری
سید حامد کبیر ثانی
مخدوم سید محمد راجن بخاری عرف سدا بھاگ
سید زین العابدین — مزار لیہ
سید حسن جہانیاں — اچ شریف
سید محمود ناصر الدین ثانی

سید نو بہار اول
سید غلام علی سبز امام
سید غلام علی سبز امام
سید ابر شاہ
سید غلام شاہ
غلام سید ناصر الدین رابع
مخدوم نو بہار ثالث
مخدوم نوبہار ثالث ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مسلک شیعہ اپنایا

شیخ جلال الدین گرواں رحمتہ اللہ علیہ المروف شیخ جلو

آپ کا اصل نام شیخ جلال الدین تھا۔ لیکن آپ شیخ جلو کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کے ابتدائی حالات کی تفصیل نہیں ملتی۔ محمد لطیف گرواں ریٹائرڈ پٹواری روایت کرتے ہیں کہ شیخ جلال الدین دہلی سے اس علاقے میں تشریف لائے آپ نے دلی کو چھوڑ دیا اور مغرب کی طرف روانہ ہو پڑے ۔ کچھ مدت کے بعد جھنگ پہنچے لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ جھنگ سے تھل چولستان میں آکر مصروف عبادت ہوگئے۔ نواں کوٹ سے مغرب کی طرف ایک بستی جوتے والی مشہور ہے۔ یہاں آپ نے ایک جنڈ کے درخت کے نیچے ڈیرہ لگایا اور 13 سال تک یہیں عبادت کرتے رہے ۔ آپ اکثر روزہ سے رہتے اور چالیس دن کے بعد روزہ کھولتے ۔غذا میں جو کی روٹی کھاتے یہاں سے 13 سال عبادت کرنے کے بعد حج اور زیارت روضہ رسولؐ سے دل کو تسکین اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی آپ کی خواہش تھی کہ باقی زندگی روضہ رسولؐ پر گزار دی جائے ۔ لیکن ایک رات رسول پاکؐ کی طرف سے آپ کو ہندوستان واپس جاکر تعلیم و تبلیغ کا حکم ہوا۔

دوسرے دن آپ ہندوستان کے لیے روانہ ہوئے تو ادب کی خاطر آپ نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیٹھ نہ کی اور بارہ کوس تقریباً بیس میل کا سفر آپ نے الٹے قدموں کیا۔ آپ کی اس عقیدت و محبت سے رسول پاکؐ نے آپ کو بشارت دی کہ جہاں شیخ جلو رہے گا وہاں بارہ کوس تک مردوں پر عذاب قبر نہ ہوگا۔ آج بھی مسلمانوں میں یہ عقیدت پائی جاتی ہے کہ وہ شیخ جلو کے قبرستان میں دفن ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں ۔ جہاں تک روایت کی جاتی ہے آپ کے قبرستان میں ہزاروں اولیائے اللہ مدفون ہیں۔ عرب سے آکر آپ نے لیہ میں ڈیرہ لگایا آپ کے ہاتھوں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ کہاجاتا ہے کہ لیہ میں جتنی شیخ برادری موجود ہے ان کے آباواجداد حضرت شیخ جلو کے ہاتھ سے مسلمان ہوئے۔ حضرت شیخ جلو صاحب کا

مزار وسیع رقبہ پر پھیلا ہوا ہے لیکن اب آس پاس کی زمین آباد ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود بھی جب کوئی آدمی فوت ہوتا ہے تو اسے اس قبرستان میں دفن ہونے کی جگہ مل جاتی ہے ۔ آپ کے متعلق ایک اور روایت کی جاتی ہے کہ آپ اپنے دور کے زبردست چور اور ڈاکو تھے ۔ چوریاں اور ڈاکے آپ کا شغل تھا۔ اس زمانے میں کنویں چلتے تھے ایک رات آپ ایک کنویں کے پاس اس گھات میں چھپے ہوئے تھے کہ جونہی موقع ملا بیلوں کو کنویں سے لے جائیں کہ کسان نے اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہاکہ بھائی تیری باری لگ گئی ۔ شیخ جلو نے یہ سنا تو آپ کے دل میں کھلبلی مچ گئی سوچاکہ باری تو ہر ایک کی آنی ہے ۔ آج نہیں تو کل باری میری بھی آئے گی۔ اس آواز نے آپکو موت یاد دلادی اور یہ حقیت ہے کہ موت کے آگے تو بڑے بڑے متکبروں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔

جس جگہ آپ چھپے ہوئے تھے وہیں سے آپ نے الٹے قدموں توبہ توبہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹتے گئے ۔ آپ نے چوری ڈاکہ اور ہر برائی سے توبہ کی آئندہ کے لیے خود کو عبادت کے لیے وقف کردیا جن لوگوں سے زیادتیاں کی تھیں ان سے جاکر معافیاں مانگیں اور گھر میں جوکچھ موجود تھا سب کا سب خدا کے نام پر غرباء میں تقسیم کر دیا۔ 13 سال تک عبادت میں مشغول رہے اور اس کے بعد روضہ رسولؐ پر حاضری دی حج کا فریضہ ادا کیا۔ آپ کی خواہش تو روضہ رسولؐ پر باقی زندگی گزارنے کی تھی۔ لیکن خواب میں حکم ملا کہ ہندوستان میں جاکر اسلام کی تبلیغ کریں اور اسطرح آپ عرب سے لیہ تشریف فرماہوئے۔ بہت سی اقوام آپ سے عقیدت و محبت کرنے لگیں ۔ جن میں گٹ ، اتراء ، گرواں ، کھوکھر وغیرہ شامل ہیں ۔ آپکی قبر کچی ہے ۔ اور چار دیواری بھی بنی ہوئی ہے ۔بہت سے لوگوں نے روضہ تعمیر کرنے کی کوششیں کی ہیں لیکن آپ نے ایسے لوگوں کو ہمیشہ خواب میں روضہ کی تعمیر سے روک لیا۔ روایت کی جاتی ہے کہ انگریزوں کے دور میں قیام پاکستان سے قبل قبرستان میں ایک شخص کو قتل کردیا گیا۔ آپکی قبر کے مجاور نے پولیس کو اطلاع دی تو پولیس نے اسی مجاور کو گرفتار کر لیا۔ لہٰذا اسی مجاور کو مجرم بناکر عدالت میں پیش کر دیاگیا۔ فیصلہ کی پیشی تھی کہ انگریز منصف کی عدالت میں ایک کفن پوش شخص آ موجود ہوا اس نے

عدالت کو بتایا کہ مجاور مجرم نہیں بلکہ یہ قتل فلاں شخص نے کیا ہے۔ آلات قتل فلاں قبر کے ساتھ دفن ہیں۔ اس کفن پوش شخص نے یہ بھی بتایا کہ یہ قتل میری قبر کے ساتھ ہوا تھا اور اس نے اپنی قبر کی نشاندھی بھی کی یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔

پولیس فورا آئی جس جگہ نشاندھی کی گئی تھی وہاں سے آلہ قتل بھی برآمد کیا گیا اور اصل قاتل کو بھی گرفتار کر لیا گیا جس نے بعد میں قتل تسلیم کر لیا۔ اسی طرح حضرت شیخ جلو نے اپنے درگاہ کے مجاور کو ناکردہ گناہ کی سزا سے بھی بچالیا۔ اس شہید کی قبر شیخ جلو کے مزار کے مشرق میں بیان کی جاتی ہے۔

1878-80ء کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریبا 400 سال قبل یعنی اندازاً 1600ء میں آپ لیہ میں تشریف لائے خانقاہ والا پر ڈیرہ لگایا۔

یہیں پر ایک مسجد بنوائی اور ایک کنواں کھدوایا اور یہیں تعلیم و تبلیغ شروع کی۔ حضرت شیخ جلو کے دو بیٹے تھے۔ جن کا نام ریکارڈ 1878-80ء کے مطابق شیخ پلیا اور شیخ کریم داد تھے۔ موجودہ قوم گرواں خود کو آپ ہی کی نسل سے بتاتے ہیں۔

سخی شاہ حبیب رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سخی شاہ حبیب رحمتہ اللہ علیہ کا دربار لیہ شہر سے جنوب کی طرف ملتان روڈ پر نزد بائی پاس مرجع خلائق عام ہے۔ آپ کے حالات زندگی کسی بھی کتاب میں تحریری حالت میں نہ مل سکے۔ علاقہ میں بزرگوں سے ملاقات کرکے آپ کے حالات جمع کیے۔

حضرت پیر سید عبدالرحمٰن دہلوی اپنے دور کے ایک ولی کامل اور مرد مومن تھے۔ حضرت سید پیر عبدالرحمٰن کا مزار مبارک دہلی میں ہے۔ یہ حضرت پیر عبدالرحمٰن دہلی بزرگ شخصیت ہیں جن سے حضرت سخی سلطان باہو ضلع جھنگ نے روحانی فیض حاصل کیا تھا۔ کتاب مناقب سلطانی میں ہے کہ جب حضرت سلطان باہو سید عبدالرحمٰن دہلوی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ تو حضرت عبدالرحمٰن نے سلطان باہو کے استقبال کے لیے اپنا ایک خلیفہ روانہ فرمایا اور جب حضرت سلطان باہو حاضر ہوئے تو انہیں خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ حضرت سلطان باہو دہلی کے بازاروں میں گھومنے لگے۔

حضرت سلطان باہو جس طرف نگاہ ڈالتے تھے تمام ہندوؤں کی زبان پر کلمہ مبارک جاری ہو جاتا۔ اس سے بازار میں ہلچل مچ گئی۔ جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت سید عبدالرحمٰن کو ہوئی تو آپ نے حضرت سلطان باہو کو بلایا اور وجہ پوچھی تو حضرت سلطان باہو نے جواب دیا کہ جب کوئی گاہک دوکان سے سودا خریدتا ہے تو خوب پرکھ کر لیتا ہے میں بھی جانچ رہا تھا کہ جو فیض آپ سے مجھے ملا ہے۔ آیا وہ صحیح ہے۔ اس کے بعد سید عبدالرحمٰن نے حضرت سلطان باہو کو جھنگ کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت سید سخی شاہ حبیب اسی حضرت سید عبدالرحمٰن دہلوی کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کے والد کا نام سید عبدالجلیل تھا۔ حضرت سید سخی شاہ حبیب سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے اور سید عبدالقادر جیلانی کے خاندان میں سے تھے۔

روایت کی جاتی ہے کہ شاہ صاحب مادر زاد وَلی تھے۔ بچپن ہی سے آپ سے کرامات کا اظہار ہونے لگا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اور روحانی فیض اپنے والد عبدالجلیل اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن سے حاصل کیا۔ لیہ میں آپ کی آمد کے دو واقعے بیان کیے جاتے ہیں ۔ ایک واقعہ تو یہ روایت کیا جاتا ہے کہ بچپن میں آپ کو گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا۔ ایک دفعہ جب آپ کی عمر 7۔8 سال تھی کہ آپ دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک گھڑسوار کا وہاں سے گزر ہوا۔ سید شاہ حبیب نے اس سے گھوڑے پر سواری کرنے کی خواہش ظاہر کی ۔ لیکن اس نے توجہ نہ دی۔ آپ نے اسکی بے رخی دیکھ کر دیوار سے کہا کہ چل میرے گھوڑے آپ کے اس طرح کہنے سے دیوار چلنے لگی۔ اس بات کا علم جب آپ کے بھائی کو ہوا تو وہ سخت ناراض ہوئے ۔ اس لیے آپ وہاں سے ناراض ہو کر چل کھڑے ہوئے اور جب آپ لیہ میں پہنچے تو آپ کی عمر 12۔ 13 سال تھی۔

دوسری روایت اس طرح ہے جب آپ نے علوم ظاہری باطنی پر کمال حاصل کر لیاتو آپ کے مرشد اور بھائی سید عبدالرحمٰن نے علاقہ کچھی میں جاکر تعلیم و تربیت کا حکم دیا ۔ تو آپ یہاں تشریف لائے ۔ جب آپ جمن شاہ ضلع لیہ کے نزدیک ایک گاوں میں پہنچے تو اس وقت آپ گھوڑے پر سوار تھے ۔

ایک شخص ایک چھپر کے نیچے سویا ہوا تھا۔ آپ نے اسے آواز دی ۔اور اس سے لیہ کا راستہ پوچھا تو اس نے وہیں پڑے پڑے بتا دیا ۔ راستہ دکھانے کے لیے آپ نے اس شخص سے کہا کہ بھائی مجھے بڑی سڑک پر چھوڑ آو تاکہ میں آسانی سے پہنچ جاوں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں آپ کے ساتھ چل کر آپ کو لیہ تک پہنچانے کے لیے بھی تیار ہوں ۔ لیکن مجبور ہوں کہ بازوں اور ٹانگوں سے معذور ہوں ۔ آپ نے اسے کہا کہ بھائی تم جھوٹ بولتے ہو تم چل تو سکتے ہو۔

اٹھو اور میرے ساتھ چل کر مجھے راستہ دکھاو۔ اس شخص کو لوگ چڈھا (نکما) کے نام سے پکارتے تھے ۔ اور یہ شخص قوم کا مراثی تھا۔ چڈھا مراثی بضد تھا کہ وہ معذور ہے ۔ لیکن حضرت شاہ حبیب صاحب فرماتے کہ تم صحیح سلامت ہو۔ اور چل پھر سکتے ہو ۔ آخر چڈھا مراثی نے اٹھنے کی کوشش کی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کی

معذور ٹانگیں چلنے کے قابل ہو چکی ہیں۔ چڑھا مراثی اب آپ کے گھوڑے کے آگے چلنے لگا۔ تو حضرت نے کہا کہ بھائی میرے گھوڑے کی باگ پکڑلو۔

چڈھا مراثی نے جواب دیا کہ حضرت میرے بازو بھی معذور ہیں ۔ حضرت سید حبیب شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تمہارے بازو بھی صحیح سلامت ہیں ۔ آپ کے کہنے سے چڈھامراثی کے بازو بھی صحیح ہوگئے۔ اور وہ گھوڑے کی باگ پکڑ کر آپ کے ساتھ چل کر موجودہ بستی شاہ حبیب میں آگیا۔

آج جہاں پٹرول پمپ ہے ۔اس سے تھوڑا سا جنوب کی طرف جائیں تو آگے سڑک کے مشرقی کنارے ایک ٹیلہ سا آتا ہے جوکہ شاہ حبیب کا ٹبہ کہلاتا ہے ۔ آپ نے اس جگہ ڈیرہ لگا دیا ۔ اور چڈھا مراثی آپ کی صحبت میں رہنے لگا۔ جب حضرت شاہ حبیب رحمتہ اللہ علیہ اس علاقے میں تشریف فرما ہوئے تو لوگوں میں وعظ اور تبلیغ کا کام شروع کیا۔

لوہانچ ' کلاچی ' جھکڑ ' کلاسرہ اور دوسری اقوام آپ کی معتقد ہوگئیں ۔ آپ کی تبلیغ اور اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر بہت سے ہندووں نے اسلام قبول کر لیا۔

روایت کی جاتی ہے کہ ہندووں میں اسلام کی تبلیغ سے قوم کلاسرہ آپ کی سخت دشمن بن گئی ۔ اور انہوں نے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ صبح نماز تہجد کے وقت دریا سے وضو کرکے واپس آرہے تھے کہ کلاسرہ قوم نے آپ کو دیکھ لیا ۔ وہ دریا کے کنارے اینٹوں کے بھٹہ میں آگ جلا رہے تھے۔

مشورہ ہوا کہ خوب موقع ملا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی۔ مشورہ کر کے انہوں نے شاہ حبیب کو پکڑ کر جلتے ہوئے بھٹے کی موری میں پھینک دیا ۔ہندو خوش تھے کہ اب شاہ صاحب کی راکھ بھی نہ ملے گی ۔ لیکن آگ مرد مومن کے لیے تو ہمیشہ سے گلزار بنتی آئی ہے ۔ چند لمحوں کے بعد آپ بھٹے کی موری سے صحیح سلامت باہر نکل آئے ۔ آگ نے کپڑوں پر بھی داغ تک نہ لگایا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر تمام کلاسرہ قوم آپ کی معتقد ہوگئی ۔

موجودہ بستی شاہ حبیب حضرت سخی شاہ حبیب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بسائی ہوئی ہے ۔ قوم کلاسرہ جب آپ کے ہاتھوں مسلمان ہوئی تو انہوں نے آپ کو ایک قطعہ

زمین دیا ۔ جہاں شاہ حبیب صاحب نے ایک کنواں کھدوایا مسجد تعمیر کی جوکہ اب موجود ہے۔

درس وتدریس کا کام شروع کیا جس سے لاکھوں آدمی مستفید ہوئے ۔ آپ کو سخی اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب آپ کے پاس کوئی چیز آتی تو لوگوں میں تقسیم کر دیتے ۔

آپ نے قوم کلاسرہ کو ہدایت کی تھی کہ وہ اگر اپنی زمینوں میں تمباکو کی فصل کاشت نہ کریں گے اور تمباکو کا استعمال نہ کریں گے ۔ تو انکی زمین سے ہمیشہ فصل کی پیداوار زیادہ ہوگی۔ اور یہ حقیت آج بھی عیاں ہے کہ بستی شاہ حبیب کی زمین پر آج بھی تمباکو کاشت نہیں کیاجاتا ہے ۔ اور فصلیں خوب ہوتی ہیں ۔ آپ نے تمام عمر شادی نہ کی ۔ اور کنوارے رہے ۔ چونکہ بچپن سے گھوڑے سے لگاو تھا۔اس لیے آج بھی لوگ منت مانتے ہیں تو دربار پر لنگر تقسیم کرنے کے علاوہ کاغذ یامٹی کے گھوڑے بناکر مزار میں بطور منت رکھتے ہیں ۔

آپ کے مزار سے آج بھی فیض جاری ہے ۔ لوگ بڑی تعداد میں آپ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں ۔ اور منتیں مانتے ہیں ۔ اور مرادیں پاتے ہیں۔

جام ظفراللہ صاحب کوٹ سلطان جوکہ ایک بزرگ شخصیت ہیں ۔ نہایت باشرع مسلمان ہیں ۔ بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی لیہ جاتا سخی شاہ حبیب صاحب کے مزار پر حاضری ضرور دیتا ۔ ایک رات میں تہجد کے وقت عبادت میں مشغول تھا کہ اچانک ایک نورانی صورت بزرگ میرے سامنے آموجود ہوئے ۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں فرمایا " یہاں آپ تو اکثر ہمارے پاس آتے رہتے ہو اب پہچانتے بھی نہیں "

میں نے جواب سنا تو کچھ دیر سوچ کر پوچھا کہ آپ سید حبیب شاہ صاحب ہیں ۔ وہ نورانی چہرے والے بزرگ مسکرائے ۔ ہاں میں جواب دیا۔ اور پھر غائب ہوگئے ۔ جام صاحب کے بیان کے مطابق سفید لمبی ریش ۔نورانی چہرہ سفید لباس اور لمبی قد ۔اور متناسب جسم کے مالک تھے ۔ آپ کے مزار سے فیوضات وبرکات کا سلسلہ جاری ہے ۔ حضرت مولانا نور محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے مزار پر چلہ کیا تھا۔ سید شاہ حبیب نے مولانا کی روحانی تربیت کرکے روحانیت کے بلند مقام پر پہنچایا۔

حضرت مولانا نور محمد رحمتہ اللہ علیہ

مولانا نور محمد صاحب ایک درویش صفت بزرگ تھے ۔ علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ ور تھے۔ پہلے پہل مسجد قدیمی (مہرانوالی) محلّہ چانڈیہ شہرلیہ میں درس وتدریس کا فریضہ سرانجام دیتے تھے ۔ آپ درس حدیث علم فقہ اور تفسیرالقران کے عالم و فاضل تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم بستی لدھانہ میں حاصل کی۔ مولانا زند علی رحمتہ اللہ علیہ اس وقت کے مشہور عالم تھے۔ آپ نے مولانا مولوی زند علی سے حدیث فقہ اور قران پاک کی تعلیم حاصل کی۔ علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد آپ علوم باطنی کے حصول کے لیے ولی کامل حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی آپ سے کمال محبت سے پیش آتے۔ آپ ایک عرصہ تک خواجہ اللہ بخش تونسوی کی صحبت نیک سے فیض یاب ہوتے رہے۔ اور جب مرشد سے خرقہ خلافت عنایت ہوا تو لیہ شہر کی مسجد قدیمی میں متمکن ہو کر خلائق کی تدریس اور افادہ علوم میں مصروف ہوئے۔

آج کل جہاں گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کی عمارت ہے یہاں ایک ہندو تلوک چند رہاکرتا تھا جوکہ دولت و جائیداد کے لحاظ سے علاقہ بھر میں ممتاز تھا۔ ہندو مذہب کے پرچار کرانے میں ہر ممکن طریقہ سے ہندووں کی مدد کرتا ۔ مسلمانوں اور دین اسلام سے بغض وعناد رکھتا تھا۔ یہاں ایک مندر اور سرائے بھی بنا رکھی تھی۔

ایک رات مولانا نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئی۔ حکم ملا کہ تلوک چند کے گھر کے سامنے جاکر ڈیرہ لگاو ۔ اور مسلمانوں میں اصلاح کی پوری طرح سے کوششیں کرو۔

حضرت مولانا خواب سے بیدار ہوئے ۔ صبح ہونے کے بعد مذکورہ جگہ کے مالک کا پتہ کیا۔ اس زمین کامالک احمد خان سیال تھا۔ آپ احمد خان سیال کے پاس پہنچے اور

زمین خریدنے کے لیے بات چیت کی ۔ ہندوؤں کو جب یہ معلوم ہوا کہ مولانا نور محمد زمین خرید کر یہاں مسجد بنانا چاہتے ہیں تو تلوک چند نے یہ زمین خریدنے کے لیے احمد خان سیال کو کئی گنا زیادہ قیمت کہی۔ احمد خان سیال یہ زمین مولانا نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ فروخت کرنے کی بجائے رائے تلوک چند کے ہاتھ بیچنے کو تیار ہو گیا۔

احمد خان سیال ایک رات سویا ہوا تھا کہ اسے خواب میں بشارت ہوئی کہ اگر یہ زمین مولانا نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کوفروخت کرو گے تو جنت کے حقدار ہوگے اور اگر ہندوؤں کے ہاتھ بیچی تو یہ جگہ کفر کا گڑھ بن جائے گا۔ جس کا عذاب تمہاری گردن پر ہوگا۔ احمد خان سیال بیدار ہوا تو اسی لمحے رات کے وقت گھوڑے پر سوار ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور زمین بلا قیمت آپ کی خدمت میں پیش کی ۔ لیکن آپ نے یہ زمین مفت لینے سے انکار کردیا ۔ احمد خان سیال کو رائج الوقت قیمت ادا کرکے زمین خرید لی۔

یہاں آپ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جوکہ آج جامع مسجد کہلاتی ہے ۔ اپنی رہائش کے لیے مکانات کی جگہ تجویز کی ۔ مسجد اور مکانات کی تعمیر کے لیے پختہ اینٹوں کی ضرورت تھی لیہ میں اس وقت ایک ہندو نے بھٹہ لگا رکھا تھا۔ اینٹوں کی فراہمی کے لیے اس سے بات کی ۔ مولانا نے کچھ رقم تو نقد ادا کر دی لیکن کچھ دنوں کے بعد جب کہ تعمیر کا کام جاری تھا بھٹہ سے اینٹیں آتی رہتی تھی ۔ اسی دوران اینٹوں کی کافی رقم حضرت مولانا نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نام ادھار ہوگئی۔ ہندو تو یہ چاہتے تھے کسی طرح یہ مسجد تعمیر نہ ہونے پائے۔ بہت سے ہندوؤں نے مالک بھٹہ سے کہا کہ " تم مولانا نور محمد کو اینٹیں دے رہے ہو یہ غریب آدمی ہے ۔ اس کے پاس رقم کہاں سے آئے گی جو تمہاری رقم ادا کرے گا۔"

بھٹے کا مالک آپ کے پاس پہنچا اور رقم کا تقاضا کیا۔ مولانا نور محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اسے کچھ دیر ٹھہرنے کو کہا۔ چند لمحوں کے بعد میانوالی سے ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مبلغ ایک ہزار روپے آپ کی نذر کیے۔ مولانا نے مالک بھٹہ کو بلایا۔ اور اسے کہا لالہ ! تمہاری جتنی رقم بنتی ہے لے لو۔ ہندو جوکہ یہ سوچ کر آپکی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ چونکہ حضرت مولانا نور محمد غریب آدمی ہیں ۔اینٹوں کی رقم

ادا نہ کر سکیں گے۔ تو وہ اینٹوں کی فراہمی بند کردے گا۔ اور اسطرح مسجد کی تعمیر رک جائے گی۔ لیکن قدرت کی ذات پاک مسبب الاسباب ہے۔ تائید ایزدی سے ہندوؤں کی یہ سازش بھی ناکام ہوگئی۔

مولانا نور محمد رحمتہ اللہ علیہ جہاں ایک عالم دین اور ولی کامل تھے ۔ وہاں بلند پایہ ماہرنباض حکیم بھی تھے ۔ ایک دفعہ لیہ کا ایک ہندو دہلی میں حکیم اجمل صاحب کی خدمت میں برائے علاج گیا۔ حکیم اجمل صاحب نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو۔

ہندو مریض نے جواب دیا "لیہ سے" حکیم صاحب نے پوچھا لیہ میں حکیم نور محمد صاحب رہتے تھے کیا وہ وفات پا چکے ہیں۔

ہندو بولا نہیں وہ تاحال زندہ ہیں۔

حکیم اجمل خان نے اس مریض کا علاج کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب تجھے گھر میں ہی ایک بلند درجہ کا حکیم میسر ہے تو پھر یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے ۔ وہ ہندو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور علاج کرا کر شفاء یاب ہوا۔

رائے تلوک چند کے رشتہ دار امرتسر میں رہتے تھے نہایت دولت مند گھرانہ تھا۔ اس خاندان کا ایک نوجوان مرض ٹی بی میں مبتلا تھا۔ برطانیہ کے ڈاکٹروں نے بھی لا علاج قرار دے دیا تھا ۔ رائے تلوک چند نے ان کو لیہ بلایا ۔ وہ لوگ امرتسر سے لیہ پہنچے ۔ مولانا حکیم نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر مریض کو دکھایا۔ آپ نے مریض کی نبض دیکھی ۔ ایک کاغذ پر چند ادویات دیسی لکھیں اور مریض کے لواحقین سے کہا کہ تین دن تک یہ نسخہ استعمال کریں پھر مریض کو آکر دکھائیں

بجائے اس کے وہ بازار سے نسخہ کے مطابق ادویات خریدتے ۔ انہوں نے نسخہ والے کاغذ کو گھوٹ کر مریض کو پلانا شروع کردیا۔ قدرت خداوندی سے وہی مریض جوکہ بوجہ نقاہت و کمزوری اٹھنے بیٹھنے سے قاصر تھا۔ تیسرے دن خود بخود چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مریض کو دیکھ کر کہا کہ "میں نے تو جو نسخہ پہلے لکھ کر دیا تھا ابھی وہی مزید بنوا کر جاری رکھا جائے"

مریض کے والد نے کہا کہ ہم نے ادویات بازار سے خریدنے کی بجائے نسخے والے کاغذ کو تعویز سمجھ کر گھوٹ کر مریض کو پلا دیا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ یہ تو

خداوند تعالیٰ کی ذات نے لاج رکھ لی ورنہ فقیروں کو اس طرح نہیں آزمایا جاتا۔

حضرت مولانا نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تک تھا۔ لوگ دور دور سے سفر کر کے آپ کے درس میں شامل ہونے کے لیے آتے ۔ کسب فیض کرتے اور روحانیت کے اس درجے پر آپ کی توجہ سے چند دنوں میں پہنچ جاتے جہاں تک پہنچنے کے لیے سال ہا سال محنت کرنا پڑتی ہے۔

آپ نے درس وتدریس اور وعظ و نصیحت سے لاکھوں بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو سنت نبوی کا سچا پیروکار بنایا۔

آپ نے حضرت سخی شاہ حبیب کے مزار پر چلہ کشی کی ۔ حضرت سخی شاہ حبیب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار سے آپ کو بہت فیض پہنچا۔ آپ جب تک زندہ رہے مزار پر حاضری دیتے رہے۔ بہت سے لوگ آج بھی سینہ بہ سینہ چلی ہوئی باتوں کو سن کر روایت کرتے ہیں کہ آپ ہر سال حج کے موقع پر دیکھے جاتے تھے۔ بہت سے حاجیوں نے آپ کو مکہ شریف اور مدینہ مبارک میں دیکھا۔ اور جب یہ لوگ حج سے واپس آتے اور آپ سے پوچھتے تو آپ ٹال جاتے تھے۔ آپ کے حلقہ درس میں ایک بچہ محمد امین نام کا تعلیم حاصل کرتا تھا۔ آپ اکثر بچوں کے ہاتھوں بازار سے سودے منگواتے تھے ۔ ایک دن آپ نے محمد امین کو چار آنے دیئے اور بازار سے گھی لانے کو کہا اس وقت چار آنے کا گھی تقریباً ایک سیر آتا تھا۔

آپ دوپہر کا کھانا نوش فرمانے کے لیے گھر تشریف لے گئے تو آپ کی زوجہ محترمہ نے فرمایا کہ آج تو آپ نے خاص مہربانی کی کہ پورے دس سیر گھی کا کپا (پہلے زمانے میں چمڑے کا بنا ہوا ہوتا تھا) منگوا دیا ہے ۔ لیکن آپ نے کہا کہ میں نے محمد امین کے ہاتھوں چار آنے کا گھی منگوایا تھا۔ آپ نے کھانا وہیں چھوڑ دیا۔ باہر آکر محمد امین کو بلایا۔ اس سے پوچھا تو محمد امین نے جواب دیا کہ "استاد محترم! میں نے سوچا روز روز گھی منگوانے کی بجائے کیوں نہ ایک ہی دفعہ گھی گھر میں لا دوں ۔ آپ نے فوراً گھی محمد امین کو دیا کہ وہ جہاں سے لایا ہے ۔ وہیں رکھ کر آئے۔

آپ کا یہ شاگرد محمد امین قوم جنات سے تھا۔ اور گھی کا کپا جھنگ سے اٹھا کر لایا تھا۔

سید حاجی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

لیہ شوگر ملز لیہ کے شمال مغرب کی طرف ایک بستی کوٹلہ حاجی شاہ کے نام سے مشہور ہے اس بستی کی بنیاد آج سے 400 سال قبل سید حاجی شاہ نے رکھی۔

سید حاجی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں۔ حضرت حاجی شاہ صاحب نے جب یہاں ڈیرہ لگایا تو اس وقت یہ علاقہ جنگل پر مشتمل تھا۔ آپ نے جنگل شگافی کر کے آباد کاری شروع کرائی۔ ایک کنواں احداث کرایا۔ مسجد اور درس کی بنیاد رکھی۔ حضرت حاجی شاہ صاحب مفسر قران تھے۔ عربی اور فارسی کے عالم تھے۔

حضرت حاجی شاہ صاحب نے درس و تدریس کا جو سلسلہ شروع کیا تھا۔ آپ کے اس درس میں دور دور سے لوگ آکر شامل ہوتے۔ درویش لوگ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ حاجی شاہ صاحب ان کی پوری تعظیم و تکریم کرتے۔ اور ان کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے۔ اور طالبان حق کو طریق فقر و مجاہدہ کی تعلیم دے کر منازل سلوک طے کراتے۔

حضرت حاجی شاہ صاحب امام ابو حنیفہ کے مسلک کے پیروکار تھے۔ لیکن حکیم سید فدا حسن شاہ جو کہ آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ نے بتایا کہ کوٹلہ حاجی شاہ کے سادات نے مولوی کرم حسین شاہ صاحب کے قائل کرنے پر مسلک اہل سنت سے مسلک اہل تشیع قبول کیا۔ حضرت حاجی شاہ صاحب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ سرائیکی (مقامی زبان) کے ایک عظیم روحانی شاعر تھے۔ لیکن آپ کا نمونہ کلام نہیں مل سکا۔

سید زین العابدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ

سید زین العابدین سید محمد راجن شاہ سدا بھاگ کے نہایت چہیتے بیٹے تھے سید زین العابدین کا مزار پیر محمد راجن شاہ صاحب کے مزار کے جنوبی طرف واقع ہے۔

سید زین العابدین بخاری مادر زار ولی تھے آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے دادا سید شیخ حامد کبیر ثانی اور آپکے والد سید محمد راجن شاہ صاحب نے کی۔ آپ کی والدہ محترمہ مبارک خان کی بیٹی تھی 933 ہجری بمطابق 1526ء میں جب سندھ کے حاکم شاہ حسین ارغون نے اوچ شریف پر حملہ کیا تو آپ کے والد بمع خاندان نقل مکانی کر کے عیسیٰ خیل میں منتقل ہو گئے آپ کو سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا۔

روایت کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ سید زین العابدین بخاری جنگل میں شکار کر رہے تھے کہ جب آپ اس جگہ پہنچے جہاں آج کل آپکا مزار ہے تو یہاں ایک قبر پر عذاب ہو رہا تھا اس قبر سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے سید زین العابدین نے یہ دیکھا تو بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ قبر سے آگ کے شعلے نکلنا بند ہو گئے جب آپ واپس مڑے تو کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد قبر سے آگ کے شعلے پھر سے بلند ہونے لگے اور آپ کو ایک آواز سنائی دی کہ مجھ پر رحم فرما کر اس عذاب سے نجات دلا کر جائیں آواز نے آپ کو بہت سے واسطے دئے آپ ایک بار پھر واپس مڑے تو قبر پر عذاب موقوف ہوا لیکن جب آپ چلنے لگے تو پھر قبر سے آواز آنے لگی کہ اگر آپ چلے گئے تو مجھ پر پھر عذاب شروع ہو جائے گا۔

آپکو اس گنہگار صاحب قبر پر ترس آگیا آپ نے ایک جگہ قبر کے ساتھ نشان لگایا اور کہا کہ انشاء اللہ اب اس قبر پر عذاب نہیں ہوگا۔ اور میں یہیں دفن ہوں گا۔ یہاں قبر کا نشان لگا کر آپ پھر مصروف شکار ہو گئے۔

قضائے الٰہی کہ تھوڑی ہی مدت بعد عالم جوانی میں آپ اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے چونکہ آپکے سارے خاندان کے بزرگوں کی قبریں اوچ شریف میں تھیں اسلئے

آپکے والد آپکی میت کو کشتی میں ڈال کر اوچ شریف کی طرف روانہ ہو گئے لیکن جب آپ اس جگہ کے سامنے پہنچے تو کشتی دریا کے کنارے لگ کر رک گئی۔ کشتی کو آگے لے جانے کی بہت کوشش کی گئی لیکن کشتی آگے نہ جا سکی۔

مخدوم راجن شاہ صاحب ایک صاحب کشف بزرگ تھے انہیں سید زین العابدین کے وعدے کا علم بذریعہ کشف ہوگیا۔ مخدوم راجن شاہ صاحب نے آپکو یہیں دفن کر دیا۔ چونکہ مخدوم راجن شاہ صاحب کو اپنے بیٹے سے حددرجہ محبت تھی اس لیے آپ نے اس جگہ جنگل کو صاف کرایا زین العابدین کی قبر پر پختہ مزار تعمیر کرایا ایک درسگاہ کی بنیاد رکھی اور اس جگہ کو جائے مسکن بنایا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آج کل جہاں آپ کا مزار ہے یہاں پر ایک جنگل تھا اس جنگل میں ایک قوم بھلیم آباد تھی یہ نہ تو کھیتی باڑی کرتے اور نہ ہی کسی کو مالیہ ادا کرتے تھے اگر ان پر فوج لائی جاتی تو یہ جنگل میں چھپ جاتے تھے غرض کہ جنگل میں انکی حکمرانی تھی۔

سید زین العابدین شکار کے بہت شوقین تھے۔ ایک مرتبہ ہمرائیوں کے ساتھ یہاں شکار کھیل رہے تھے کہ بھلیم قوم نے آپ پر حملہ کر کے آپکو شہید کر دیا۔ آپکے ساتھیوں نے جنازہ پڑھ کر یہیں دفن کر دیا۔ اور آپکے خاندان کو عیسیٰ خیل میں اطلاع کی۔ چونکہ سید راجن شاہ صاحب کو اپنے بیٹے سے بہت محبت تھی اس لئے انہوں نے یہاں آکر قوم بھلیم سے جنگ کی انہوں نے ان کو جنگل سے نکال دیا اور خود قابض ہو کر جنگل کو صاف کرا کر آبادکاری شروع کی۔ سید زین العابدین کی قبر پر مزار تعمیر کرایا ایک درسگاہ کی بنیاد رکھی اور یہیں رہائش اختیار کی۔

سید زین العابدین کے مزار پر ہر وقت تالا لگا رہتا ہے۔ زائرین باہر سے دروازے پر آکر زیارت کرتے ہیں مجھے مجاروں نے بتایا کہ یہ تالا صرف دسویں محرم کے موقع پر کھولا جاتا ہے اس کی وجہ معلوم نہ ہو سکی کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے۔

پیر چھتر رحمتہ اللہ علیہ

فتح پور سے کروڑ روڈ پر جائیں تو تقریباً ایک کلو میٹر کے فاصلے پر سڑک کے شمالی طرف ایک بستی پیر چھتر کے نام سے مشہور ہے۔ تحصیل کروڑ چوبارہ و نواں کوٹ کی اکثر اقوام آپ کی مرید ہیں اور اس خاندان و سادات سے نہایت گہری عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

اس وقت سید پیر گمایا شاہ گیلانی اور پیر فیض محمد شاہ گیلانی اپنے مریدین کی گہری دلی عقیدت و محبت کا محور ہیں پیر چھتر کے ایک پیر کا نام نہیں بلکہ خاندان میں بہت سے صاحب حال و کمال بزرگ گزرے ہیں۔

لفظ چھتر چھاتہ سے ہے یہاں کہا جاتاہے کہ جب پیر فیض محمد صاحب کے آباواجداد اس جگہ تشریف لائے تو یہاں بہت بڑا گھنا درخت تھا اس بزرگ نے اس چھاتہ دار درخت کے نیچے ڈیرا لگایا اس لیے پیر چھتر مشہور ہوگئے۔ پیران چھتر سید حضرت عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے ہیں ہندوستان میں آپ کے جد امجد حضرت سید شاہ حبیب تشریف لائے۔ سید شاہ حبیب کو سید عبدالقادر جیلانی نے حکم دیا کہ وہ ہندوستان میں جاکر بغداد کے نام سے ایک شہر بسائیں اور اسلام کی تعلیم و تبلیغ میں مصروف رہیں۔ سید شاہ حبیب صاحب ہندوستان تشریف لائے تو ضلع خانیوال میں دریا کے کنارے ایک جگہ کو پسند فرمایا اور وہیں ڈیرہ لگایا یہ جگہ بغداد شریف مشہور ہے۔ یہاں حضرت شاہ حبیب کا مزار ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ حبیب کو کسی بزرگ نے خواب میں کہا کہ میری قبر کانام و نشان مٹ چکا ہے تمہارا فرض ہے کہ میری قبر کا نشان دوبارہ قائم کر کے اس کی حفاظت کرو۔ سید شاہ حبیب نے اپنے بیٹے کو اس طرف بھیج دیا شاہ صاحب جب قوم نمی کے پاس تحصیل چوبارہ پہنچے تو رات دن ان کے ہاں گزاری رات کو کافی دیر سوچتے رہے کہ جب قبر کا نام و نشان ہی نہیں ہے تو پھر کس طرح

معلوم ہو سکتا ہے۔ اس سوچ بچار میں نیند آئی تو بزرگ شخصیت نے آپکو خواب میں فرمایا کہ یہاں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر چلتے رہو۔ فلاں جگہ پہنچ کر اپنے گھوڑے کو گھمانا پھرانا جہاں تمہارے گھوڑے کے چاروں سم زمین میں دھنس جائیں وہیں مزار قائم کرنا۔

صبح صادق ہوئی شاہ صاحب اللہ کا نام لے چل پڑے قوم نمی کے چند افراد بھی ساتھ تھے جب اس جگہ پہنچے جہاں آج کل مزار ہے تو گھوڑے کے چاروں سم زمین مین دھنس گئے آپ نے اس جگہ نشان قبر بنایا اور ساتھ ہی ایک چھاتہ دار درخت کے نیچے ڈیرہ لگا دیا۔

چونکہ تھل ایک زمانہ میں آباد تھا۔ یہاں بڑی بڑی بستیاں آباد تھیں اور آج جب کہ تھل کے ٹیلوں کو آباد کیاجارہاہے تو بہت سی جگہوں پر ٹیلوں کے نیچے سے قبرستان اور بستیوں کے آثار ملتے ہیں اس لیے قیاس ہے کہ کسی دور میں بستی پیر چھتر بھی آباد رہی ہو گی لیکن حوادث زمانہ کے ساتھ اس بستی کا نام ونشان مٹ گیا تبلیغ اسلام کے لیے آنے والے بزرگوں کے مدفن بھی ریت کے نیچے دب گئے لیکن جب حضرت پیر نور تاج عالم نے یہاں ڈیرہ لگایا تو یہ علاقہ پھر سے آباد ہوگیا۔

ہر کجا چشمہ بُود شیریں
مردم و مرغ وفور گرد آیند

ترجمہ! جہاں کہیں میٹھا چشمہ ہوتا ہے لوگ پرند اور چیونٹیاں اکٹھے ہوجاتے ہیں۔

کے مصداق چشمہ فیض جاری ہواتو لوگ بھی حصول علم و عرفان کے لیے پروانہ وار آنے لگے اور پھر سے ریت کا ذرہ ذرہ نور اسلام سے روشن ہو گیا۔

اس وقت سید پیر فیض محمد شاہ صاحب لوگوں کے دل و نگاہ کا مرکز ہیں۔ آپ کی دعا سے بہت سے لوگوں نے مختلف امراض سے شفاء پائی

حضرت شاہ اشرف بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شاہ اشرف بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک شہر مغرب میں پرانی کچہریوں کے ساتھ واقع ہے۔ روایت کی جاتی ہےکہ آپ ایک سوداگر تھے۔ بغداد سے کابل تک اور کابل سے ملتان تک مال لے کر آتے اور اس کو بیچ کر یہاں سے پھر مال خرید کر واپس چلے جاتے۔ ایک دفعہ آپ ملتان سے مال خرید کر واپس کابل جا رہے تھے کہ دوپہر کے وقت آپ نے اس جگہ آرام کرنے کے لیے پڑاو کیاجہاں آج کل آپ کا مزار ہے۔ آپ اور آپ کے قافلے والے اونٹوں سے بھار (وزن) اتارنے میں مصروف تھے کہ جس اونٹ پر آپ کا مال لدا ہوا تھاوہ بیٹھے بیٹھے مرگیا۔ اور جب آپ مال اتارنے لگے تو اونٹ کو مرا ہوا دیکھ کر حیران ہو گئے۔

اچھے بھلے اونٹ کی موت نے آپ کو غوروفکر میں مبتلا کر دیا۔ دنیا کی بے ثباتی کے متعلق سوچا۔ اپنے گریبان میں جھانکا موت تو برحق ہے یہ دنیا فنا ہے یہاں کسی کو ثبات حاصل نہیں ماسوائے اللہ کے۔ قافلے والوں نے دوپہر کا کھانا تیا رکیا۔ لیکن آپ نے کسی طرف توجہ ہی نہ کی آپ کی کایا ہی پلٹ چکی تھی۔ دل و دماغ نے فیصلہ کر لیاتھا کہ دنیا داری بہت کر لی۔ عمر کا کوئی بھروسہ نہیں اونٹ کی طرح بیٹھے بیٹھے ایک ہی لمحہ میں سانس جسم کا ساتھ چھوڑ دے۔ قافلہ روانہ ہونے کی تیاری کرنے لگا آپ نے قافلے کوروانہ کر دیاخود ایک جھونپڑی بنا کر یاد اللہ میں مصروف ہوگئے۔

حضرت شاہ اشرف بغدادی حضرت شاہ حبیب کی وفات سے تقریباً تین سال کے بعد لیہ میں تشریف لائے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم بغداد میں حاصل کی آپ سے متعلق یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کے والدین کا نام کیا تھا۔

روایت کی جاتی ہے کہ اس زمانے میں حضرت کمو کامل جو کہ ولی اللہ اور عالم بے بدل تھے۔ لیہ میں تعلیم و تدریس دیتے تھے۔ شاہ اشرف بغدادی ان کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے۔ حضرت کمو کامل اور شاہ اشرف بغدادی میں نہایت گہرا دوستانہ تعلق

تھا۔ شیخ جلال الدین گرواں المعروف شیخ جلو رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شاہ اشرف بغدادی ہم عصر تھے۔

شاہ اشرف کے مزار مبارک کے سامنے ایک بوہڑ کا درخت موجود ہے۔ اس کے متعلق ایک روایت تو یہ ہے کہ بوہڑ کا درخت شاہ اشرف نے خود اپنے ہاتھوں سے زیا تھا۔ لیکن ایک روایت یہ بھی کی جاتی ہے کہ بوہڑ کا یہ درخت کمو کامل رحمتہ اللہ علیہ کے حجرے کے سامنے موجود تھا۔ ایک دفعہ شاہ اشرف نے حضرت کموکامل سے بوہڑ مانگی لیکن حضرت کمو کامل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا اگر بوہڑ کا درخت تمہارے ساتھ جاتا ہے تو لے جاو۔ شاہ اشرف نے بہتیرا زور لگایا لیکن بوہڑ کادرخت نہ لے جا سکے۔

ایک مرتبہ حضرت کموکامل کہیں گئے ہوئے تھے۔ شاہ اشرف حضرت کموکامل کی جگہ پر پہنچے۔ بوہڑ کے درخت کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیااور درخت کو ساتھ لے کر اپنے جھونپڑے کی طرف چل پڑے۔ لیہ میں جہاں آج کل گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول ہے۔ جب آپ یہاں پہنچے تو درخت کچھ دیر کے لیے رک گیا۔ آپ نے پھر درخت کو چلنے کا حکم دیا تو بوہڑ کا یہ درخت دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک تو آپ کیساتھ روانہ ہوگیا اور دوسرا حصہ یہیں کھڑا رہ گیا جوکہ ہائی سکول کی عمارت کے مغربی طرف تھا جوکہ کاٹ دیا گیا ہے۔ روایت کی جاتی ہے کہ حضرت شاہ اشرف رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت مبارک میں بہت جلال تھا آپ نے جہاں ڈیرہ لگایا تھا وہاں جال کی درخت بہت زیادہ تھے اور آج بھی موجود ہیں۔ ایک مرتبہ ایک تجارتی قافلہ آکر ٹھہرا تو اونٹ والوں نے اپنے اونٹ چرنے کے لیے چھوڑ دیئے اونٹوں نے جب جال کو کھانا چاہا تو اونٹوں کے منہ وہیں بند ہوکر رہ گئے اورجن اونٹوں نے جال کھانے کے لیے منہ کھولے تھے وہیں کھلے رہ گئے تھے۔

قافلے والے یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے آخر آپ کی جھونپڑی میں پہنچے معافیاں مانگیں تب کہیں جا کر اونٹ پہلی حالت میں ٹھیک ہو گئے۔ آپ نے جہاں ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔ یہاں سے نہ کوئی شخص لکڑی کاٹ کرلے جا سکتا تھااور نہ ہی یہاں پر جانور گھاس چر سکتے تھے۔ اس وجہ سے یہ علاقہ گھنے جنگل کی صورت اختیار کر گیا۔ لوگ

یہاں سے لکڑی کاٹنے اور گھاس کاٹنے میں سخت خوف محسوس کرتے تھے۔

آپ سے بہت سے لوگوں کو فیض پہنچا سید ریاض حسین شاہ اور سید اختر حسین شاہ کا خاندان بھی حضرت شاہ اشرف بخاری کا معتقد تھا۔ لیہ کی مشہور شخصیت سید نذر حسین شاہ بھی یہیں دفن ہے۔ حاجی دلدار احمد معینی روایت کرتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے آپ کا مزار بنانے کی کوششیں کیں۔ لیکن کئی دفعہ مزار کی دیواریں ایک دن کھڑی کی گئی تو وہ دیوار دوسرے دن گر جاتی تھی۔

1979ء میں حاجی دلدار احمد معینی، عبدالغفور چشتی صابری اور شیخ غلام نبی نے مزار پر حاضر ہو کر آپ سے پختہ مزار تعمیر کرنے کی اجازت چاہی تو رات کو خواب میں مزار کی تعمیر کی اجازت دے دی۔ آپ کی اجازت سے 1979ء میں ہی آپ کے مزار کی تعمیر شروع کر دی گئی ساتھ ہی شاہ اشرف بغدادی کی بنائی ہوئی مسجد بھی پختہ بنائی گئی۔ 1971ء میں آپ کے مزار مبارک پر عرس شروع کیا گیا۔ عرس کے موقع پر مزار کو غسل دیا جاتا ہے۔ چادر چڑھائی جاتی ہے۔ ختم قرآن پاک محفل میلاد سماع منعقد کی جاتی ہیں۔ لنگر تقسیم کیا جاتا ہے آج آپ کے مزار پر روزانہ سینکڑوں لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ دعائیں مانگتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔

کسی دن ادھر سے گزر کر تو دیکھ
بڑی رونقیں ہیں فقیروں کے ڈیرے پر

پیر جگی شریف

قصبہ کوٹ سلطان سے مشرق کی طرف تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ایک قصبہ پیر جگی کے نام سے مشہور چلا آتا ہے۔ یہاں حضرت سید پیر محمد جعفر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مرجع خلائق عام ہے۔ یہاں نئے چاند کے پہلے اتوار کو مریدیں ومعتقدین زیارت اور تعویزات کے لیے آتے ہیں۔ گدی نشین سید پیر خورشید احمد شاہ بخاری صاحب ہیں۔ جو کہ ایک عالم باعمل اور مبلغ دین اسلام ہیں۔ تعریف رسول مقبول میں آپ کو ملکہ حاصل ہے۔

سید محمد جعفر شاہ رحمتہ اللہ علیہ 1193ھ میں شاہ جیونہ ضلع جھنگ سے لیہ کے ریگستانی علاقہ میں تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لائے۔ اس علاقے میں ایک ہندو زمیندار نے عیاشی اور بدکاری کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ مسلمان اس کے ظلم و ستم کے خوف سے یہاں سے ہجرت کرتے جا رہے تھے۔ سید جعفر شاہ صاحب یہاں تشریف لائے تو مسلمانوں میں کچھ حوصلہ پیدا ہوا۔ مسلمان آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔ آپ نے یہاں ایک مسجد بنائی۔ نماز باجماعت کو قائم کیا۔ آپ سے مسلمانوں میں احیائے سنت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کو بھی دعوت اسلام دی۔ آپ کے اوصاف حمیدہ اخلاق اور دین اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر ایک ہندو عورت "جگی" نے قبول اسلام کر لیا۔

آپ نے ہندو زمیندار کو بھی دعوت اسلام دی لیکن اس نے انکار کیا اور مسلمانوں کو اپنے ظلم و ستم کا شکار کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ ایک مرتبہ یہ ہندو زمیندار اپنے ساتھیوں کو مسلح کر کے سید جعفر شاہ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن آپ نے اپنے مریدین کے ساتھ ملکر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ہندوؤں کو منہ کی کھانی پڑی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہندوؤں کا آپ کے خلاف اور تو کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ انہوں نے نومسلم عورت "جگی" کو ایذائیں دینا شروع کر دیں۔ اور اسے کہا کہ وہ

اسلام کو چھوڑ کر ہندو مت قبول کر لے ۔ لیکن وہ کسی طور دین اسلام چھوڑنے پر تیار نہ ہوئی ۔ تو ہندو ظالم نے اس عورت کو قید کر دیا۔ اور ہر لمحہ اسے تکلیفیں پہنچاتا رہتا۔

ایک دن جگی موقع پا کر وہاں سے بھاگ نکلی ۔ ہندوؤں نے جب دیکھا کہ جگی بھاگ کر سید جعفر شاہ کے حجروں کی طرف جا رہی ہے تو وہ اس کو پکڑنے کے لیے جگی کے پیچھے ہو لیئے۔ اس سے قبل کہ ہندو اس نومسلم عورت کو پکڑ لیتے ۔ اس عورت نے چلا کر اللہ سے امان مانگی ۔ اللہ کے حکم سے زمین پھٹ گئی اور جگی نامی خاتون نے ہمیشہ کے لیے ہندوؤں کے ظلم و ستم سے نجات پالی۔ اس موقع پر سید صاحب نے فرمایا کہ " قیامت تک پیر کے ساتھ اس بہادر خاتون جگی کا نام رہے گا۔ کیونکہ اس نے ہر طرح کا ظلم و ستم تو برداشت کر لیا۔ لیکن دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

سادات پیر جگی کا شجرہ نسب حضرت سید جلال الدین سہروردی اچ شریف سے ملتا ہے ۔ موجودہ سجادہ نشیں سید خورشید احمد بخاری کا شجرہ نسب درج ذیل ہے۔

سید محمد خورشید احمد شاہ بن سید محمد غلام اکبر شاہ بن سید کریم حیدر شاہ بن سید نور محمد شاہ بن سید محبوب شاہ بن سید بڈھن شاہ بن سید چراغ شاہ بن سید محمد جعفر شاہ (پیر جگی) بن سید محمد شاہ بن سید محمد رضا شاہ بن سید فتح دریا بن سید نور شاہ بن سید چھٹہ شاہ بن سید اللہ ڈتہ شاہ بن سید حسین شاہ بن سید میر شاہ بن سید فیض اللہ شاہ بن سید شریف شاہ بن کبیر شاہ بن سید فیض اللہ شاہ بن سید اجمل شاہ بن سید کبیر شاہ بن سید جندوڈا شاہ بن سید وارث شاہ بن سید فتح دریا بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید فضل الدین بن سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت بن سید سلطان احمد کبیر بن سید جلال الدین شاہ بخاری سہروردی اچ شریف۔

حضرت قادر شیر کاظمی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا اصل نام تو محی الدین تھا۔ لیکن حضرت قادر شیر کے نام سے معروف ہوئے ۔ والد محترم کا نام حضرت سید احمد معشوق اللہ تھا ۔ اسی وجہ سے آپ کی اولاد معشوق پوترہ کہلاتی ہے ۔ حضرت قادر شیر کا مزار شریف قصبہ شاہ پور سادات میں واقع ہے ۔

قادر شیر کا لقب آپ کو حضرت سید محمد راجن بخاری سدا بھاگ نے عطا کیا ۔ روایت ہے کہ حضرت راجن بخاری قصبہ راجن شاہ میں متوطن تھے ۔ بہت سے مقامی قبائل آپ کے حلقہ عقیدت میں شامل تھے ۔ ان میں سے ایک خاندان سامیٹہ جو کہ آج بھی لیہ کا ایک سرکردہ خاندان ہے ۔ سامیٹہ خاندان کی ایک عورت جس کی عمر ڈھل چکی تھی ۔ اولاد سے گود خالی تھی ۔ ایک دن وہ حضرت محمد راجن کے لئے دودھ لے کر جا رہی تھی کہ راستہ میں ایک درخت کے نیچے حضرت محی الدین کاظمی اور چند ہمراہیوں نے ڈیرہ لگایا دیکھا ۔ پاس سے گزری تو آپ نے فرمایا

بی بی کیا لئے جا رہے ہو ۔ عورت بولی اپنے مرشد کے لئے دودھ لے کر جا رہی ہوں آپ نے فرمایا یہ دودھ ہمیں پلا دو اللہ تمہاری امید بر لائے گا۔ لیکن عورت مذکورہ خاموشی سے آگے بڑھ گئی ۔ مرشد کی خدمت میں دودھ پیش کیا اور جب حضرت محمد راجن نے ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو دودھ کی بجائے خون تھا ۔ حضرت محمد راجن نے ڈھکنا دے کر خاتون سے کہا کہ راستے میں جس مرد درویش نے تجھ سے دودھ طلب کیا تھا یہ دودھ اس کی خدمت میں جا کر پیش کر دے۔ تیری آس اس بزرگ کی دعا سے پوری ہو گی۔

خاتون دودھ لے کر واپس حضرت محی الدین کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دودھ پیش کر دیا۔ آپ نے برتن سے ڈھکنا ہٹا کر شہادت کی انگلی دودھ میں ڈبو دی ۔ انگلی ڈبوتے ہی دودھ بن گیا وہ دودھ آپ نے پیا اور ساتھیوں کو بھی پلایا۔ جب دودھ پی چکے تو سید محمد راجن دور گھوڑے پر سوار آتے دکھائی دیئے ۔ اس وقت آپ مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے ۔ اور تسبیح آپ کے ہاتھ میں تھی ۔ آپ حضرت محمد راجن کے استقبال کے لئے اٹھے تو مصلے نے شیر اور تسبیح نے سانپ کی صورت اختیار کر لی ۔ دونوں

درویش باہم ملے۔ محمد راجن نے فرمایا بھائی آپ تو قادر شیر (شیر کو قابو کرنے والے) ہیں - حضرت قادر شیر نے فرمایا آپ بھی تو سدا بھاگ ہیں - اس دن سے حضرت محی الدین کا نام قادر شیر اور حضرت محمد راجن کا نام سدا بھاگ مشہور و معروف ہوا۔

وہ خاتون ابھی تک یہیں موجود تھی - حضرت محمد راجن نے اسے بلایا اور فرمایا۔ کہ آج سے تیرا مرشد قادر شیر ہے اور انشاءاللہ تیرا گوہر مقصود بھی انہی کی دعا سے ملے گا۔

آپ نے اس خاتون کے لئے رب العزت کی درگاہ میں دعا فرمائی - اور وہ اولاد نرینہ سے مالامال ہوگئی - کہا جاتا ہے کہ موجودہ سامٹیہ قوم اس خاتون سے ہے

حضرت محی الدین المعرف قادر شیر کی ابتدائی زندگی ابھی پردہ اخفامیں ہے - لیکن روایت ملتی ہے کہ آپ کی پیدائش قندھار میں ہوئی - ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی - اور تبلیغ دین کے لئے علاقہ بلوچستان میں تشریف لائے - یہاں آپ کے ہاتھ پر اقوام لغاری، شاہلزئی جمالی، ادانی، چھلگری، دشتی اور رند بلوچوں نے بیعت فرمائی - کچھ عرصہ بلوچستان کے بعد علاقہ ہائے سندھ میں بھی امربالمعرف و نہی عن المنکر کے لئے کوشش کیں پھر ڈیرہ غازی خان تشریف لے آئے کچھ عرصہ ڈیرہ غازی خان کے علاقوں میں اشاعت اسلام کی اور سرزمین لیہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جب آپ اپنے مریدین کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے پر پہنچے تو کشتی والے نے آپ کو دریا پار کرانے سے انکار کردیا - اللہ کا نام لے کر دریا میں پاوں ڈالا تو قدرت خداوندی سے دریا پایاب ہوگیا - اور یوں آپ نے دریا پار کرکے موجودہ قصبہ شاہ پور میں ڈیرہ لگایا - طاہر خان جمالی، میاں لعل، میں یارو چوغہ فقیر آپ کے ہمراہ تھے -

حضرت قادر شیر حافظ قرآن تھے - اور روزانہ بلاناغہ قرآن پاک ختم کرتے۔معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تدریس قرآن اور دوسرے علوم کی تعلیم کے لئے یہاں مدرسہ قائم کیا تھا - کیوں کہ مزار کے اندر آپ کی قبر کے دائیں بائیں 18 حفاظ قرآن کی قبریں موجود ہیں - نو حفاظ کی قبریں دائیں طرف اور نو کی بائیں طرف۔

آپ کا مزار پہلے خام تھا - لیکن اب آپ کی قبر اور چار دیواری پختہ بنوائی گئی ہے دربار کا تہائی حصہ کے لئے رقم سردار میر چھٹہ خان جمالی (شاہلزئی) آف نصیر آباد نے

فراہم کی تھی - جب کہ جنوبی حصہ کا دروازہ سردار اللہ بخش لغاری سرائی شہزاد کوٹ سندھ نے تعمیر کرایا۔

حضرت قادر شیر کے کشف و کرامات کی روایات و واقعات تو بہت ملتے ہیں - لیکن ایک کرامت آج بھی ظہور میں آتی رہتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی اولاد میں سے جب کبھی کوئی فوتگی ہوتی ہے - تو قبر تعویز میں دراڑ پڑجاتی ہے جو کہ سوئم کے بعد خود بخود ہی ٹھیک ہوجاتی - داخلے کے دروازے پر دو مینار بنے ہوئے ہیں - ایک مینار دروازے کے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف ہر مینار میں ایک ایک دیا رکھا ہوا ہے جب بھی قادر شیر کے خاندان میں موت ہوئی ہے - تو تین دن تک دیا خود بخود بجھ جاتا ہے خواہ کتنی بار جلایا جائے لیکن عام حالات میں طوفان ہو بار و باراں چلے لیکن یہ دیئے جلتے ہی رہتے ہیں -

حضرت قادر شیر کی اولاد میں بھی بہت سے صاحب کرامات و صاحب کشف بزرگ گزرے جن کی تبلیغ اسلام میں خدمات بہت زیادہ ہیں۔

حضرت مخدوم عبدالرشید رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت بہاوالحق کے چچا زاد بھائی اور حضرت احمد غوث کے فرزند نیک بخت تھے آپ حضرت بہاو الحق سے تین سال چھوٹے تھے - اس طرح سے آپ کی تاریخ پیدائش 569 ہجری بنتی ہے آپ کی پیدائش بھی کوٹ کروڑ لعل عیسن میں ہوئی آپ سلسلہ قادری کے زبردست روحانی قوت کے حامل ولی اللہ تھے جب شہاب الدین غوری نے اس علاقے کو زیر نگیں کیا تو سلطان غوری نے آپ کو اور آپ کے خاندان کو جو کہ کوٹ کروڑ ضلع لیہ میں عرصہ دو سو سال سے تبلیغ و تعلیم میں مصروف تھا اب ملتان کو قرامطیوں سے ہمیشہ کے لیے پاک کرنے اور وہاں کے سیدھے سادے مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ سونپ دیا -

آپ نے ابتدائی تعلیم کوٹ کروڑ ہی میں حاصل کی اس کے بعد ملتان میں علم حاصل کرتے رہے بعد ازاں حضرت میراں سید علی کی خدمت میں حاضر رہ کر مدت تک اپنے پیر طریقت کی خدمت کرتے رہے حضرت میراں سید سے آپ کو خرقہ

خلافت حاصل ہوا۔

ملتان میں جب حضرت غوث بہاوالحق زکریا تشریف لائے تو آپ کچھ عرصہ بعد اجازت لے کر حجاز مقدس کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے زیارت مقدسہ اور حج کی فرضیت سے فیض یاب ہونے کے بعد ملتان تشریف لائے اور ملتان سے مشرق کی طرف مستقل رہائش پذیر ہوگئے۔ جو کہ آپ کی نسبت سے مخدوم رشید پور کہلاتا ہے

آپ نے چار شادیاں کی تھیں جن میں سے ایک حضرت غوث بہاوالحق زکریا کی ہمشیرہ محترمہ، دوسری شادی شاہ تغلق کی لڑکی سے، تیسری شادی رائے لونا کی بیٹی سے اور چوتھی شادی قوم مڑل کی ایک خاتون سے ہوئی اللہ تعالی نے آپ کو چار فرزند مخدوم سلطان ابوبکر، مخدوم محمد سلطان، مخدوم حسن اور مخدوم صدرالدین عطا فرمائے جو کہ سب صاحب ولایت و کرامت تھے

ایک دفعہ مخدوم رشید کے پیٹ میں درد تھا حضرت غوث بہاوالحق نے بطور خاص ایک پڑیا دوائی کی بھجوائی آپ نے فرمایا کہ بھائی کی اس پڑیا سے میں اکیلا فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہتا بلکہ تمام مخلوق اللہ بھی اس سے مستفید ہو یہ کہہ کر آپ نے وہ پڑیا کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا۔ پڑیا کنویں میں ڈال دی گئی اور رحمت خداوندی ہے کہ اس کنویں کے پانی سے آج بھی مریض شفا پاتے ہیں۔

آپ کا مزار مخدوم رشید پور ملتان میں ہے۔

پیر خیر شاہ رحمتہ اللہ علیہ لسکانی والا

سید خیر شاہ بستی لسکانی والا کے رہنے والے تھے جو کہ کافی عرصہ پہلے دریائے سندھ کے کٹاو کی نذر ہو چکی ہے۔ آپ کے والد کا نام سید عبدلرزاق شاہ رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ آپ کا شجرہ پیر غیاث الدین تیغ براں عادل پیر سے جاملتا ہے۔ سید خیر شاہ رحمتہ اللہ علیہ چھوٹی ہی عمر میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو کی خانقاہ مقدس پر تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ آپ نے دربار پر رہ کر کسب فیض کیا بعد ازاں آپ سید مراد شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی روحانیت سے فیض حاصل کرنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سید مراد شاہ کا مزار مبارک ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب موضع لونڈا میں ہے۔ سید مراد شاہ حضرت سلطان نورنگ کھتران رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ

تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے خشکی اور تری میں بہت سے مجاہدے کیے اور ذکر و فکر کے شغل کو بدرجہ کمال پہنچایا کتاب مناقب سلطانی میں لکھا ہے کہ

پیر خیر شاہ رحمتہ اللہ علیہ اس طرح کے صاحب نورانیت تھے کہ نگاہ آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت سے سیر نہیں ہوتی تھی۔ آپ کا جلال اس قسم کا تھا کہ جب تک کسی کو خود نہ بلاتے کسی کو آپ کے خدمت میں حاضر ہونے کی جرات نہ ہوئی تھی۔ ہر شخص ہاتھ باندھ جھکائے کھڑا رہتا۔ پیر سید خیر شاہ صاحب لنگر تھے گو صاحب چاہ وملکیت تھے۔ لیکن آپ ایک آزاد منش فقیر کی طرح زندگی بسر کرتے اور سلوک احیائے سنت نوافل تلاوت قران شریف تہجد اور رات کے جاگنے میں بڑے مستعد تھے۔ ہر وقت تنہا بیٹھے رہتے اور درویش کسی دیوار یا درخت کے پیچھے بیٹھتے تھے جسے یاد فرماتے فوراً" حاضر ہوجاتا سینکڑوں آدمی آپ کے مرید تھے۔ ان میں اکثر خود بھی صاحب تاثیر تھے۔

سید خیر شاہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ سے اکثر مکاشفات اور کرامات ظاہر ہوئیں جو کہ آج عوام الناس میں مشہور ہیں آپ حضرت سلطان باہو کے مزار پر اکثر حاضر ہوتے۔ کچھ عرصہ خانقاہ میں حاضر رہ کر پھر واپس چلے جاتے۔ دربار سلطان باہو پر آپ علانیہ سوال و جواب فرماتے آپ کو آنکھ بند کرنے یا مراقبہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اور آپ کا یہ معاملہ اس وقت ظاہر و روشن تھا۔ آپ آخری بار جب حضرت سلطان باہو کی خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیے گئے تو اپنے تمام فرزندوں کو ساتھ لے گئے۔ اس زیارت سے واپسی پر آپ نے وفات پائی اور حضرت مخدوم حامد محمود پیر قدس سرہ کے شمال مشرق میں مدفون ہوئے جہاں آپ کا مزار آپ کے خاندان اور مریدین نے تعمیر کرایا۔ آپ کی اولاد میں سید جلال محمد رحمتہ اللہ علیہ صاحب حال بزرگ تھے۔ آپ بھی اپنے والد کی طرح ہمیشہ ذکر وفکر میں مشغول رہتے۔ ایک دم بھی آپ کی زبان یاد اللہ سے غافل نہ رہتی۔ آپ نے والد بزرگوار کی ایک حالت سنائی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد رات کو آرام فرماتے تو میں بلاناغہ آپ کے پاوں دبایا کرتا تھا جب میرے دل میں اٹھنے کا ارادہ ہوتا تو والد ماجد گوبظاہر سوئے ہوئے ہوتے لیکن اسی وقت اپنا پاوں سکیڑ لیتے اور میرے ہاتھ سے چھڑا لیتے۔

سید احمد کبیر رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سید احمد کبیر کا مزار مبارک محلہ شاہ لطیف میں واقع ہے۔ آپ کی قبر پر ایک پختہ کمرہ بنا ہوا ہے۔ اور یہ کمرہ اللہ وسایا چڑھویا کے گھر کے صحن میں واقع ہے۔ مزار کے ساتھ جنڈ کا ایک درخت بھی موجود ہے۔

روایت کی جاتی ہے کہ سید احمد کبیر جنڈ کے اس درخت کے نیچے مصروف عبادت رہتے تھے۔ آپ کے خاندانی حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ لیکن آپ کے مزار پر کرامات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

آپ کے مزار کے ساتھ جنڈ کا جو درخت واقع ہے۔ اس درخت پر شہد کی مکھیاں کثرت سے چھتے بناتی تھیں۔ مجاوروں کو حکم تھا کہ یہاں سے جو شہد اتارا جائے۔ وہ ضرورت مند لوگوں کو بلا قیمت دی جائے۔ لہٰذا مدتوں یہ سلسلہ جاری رہا۔ لیکن مسمی اللہ وسایا نے لوگوں سے شہد کی قیمت وصول کرنا شروع کر دی تو شہد کی مکھیوں نے یہاں چھتے بنانے بند کر دیئے۔ آخر اللہ وسایا مذکور نے دربار پر حاضر ہو کر معافی مانگی اور آئندہ کیلئے شہد کی قیمت لینے سے توبہ کی۔ اس کے بعد پھر سے شہد کی مکھیوں نے وہاں چھتے بنانے شروع کر دیئے۔

قیام پاکستان سے قبل مزار کے آس پاس کی جگہ سے متعلق ہندوؤں اور مسلمانوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ہندو دعوی دائر تھے کہ یہ جگہ ان کی ہے۔ جبکہ مسلمان اس مکان کی ملکیت کے دعوے دار تھے۔ اس دور میں مسلمان غربت سے دو چار تھے۔ جبکہ طاقت ہندوؤں اور انگریزوں کے ہاتھ میں تھی۔ جب مقدمہ عدالت میں پیش ہوا تو مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا ثبوت نہ تھا۔ کہ جس سے یہ جگہ ان کی ملکیت ظاہر ہوتی۔

رات کو بشارت ملی حکم ہوا کہ عدالت میں حاضر ہو کر عدالت سے گزارش کی جائے کہ وہ چل کر مزار کے ساتھ ایک کمرے کا تالا کھلوا کر دیکھے اگر اس کمرے میں کنواں بمع بیل دکھائی دے تو یہ جگہ مسلمانوں کی ہے (دربار کے ساتھ ایک کمرہ

مستقل بند رہتا تھا)۔

لہٰذا اللہ وسایا اور اللہ بخش نے دوسرے دن یہی بیان دے دیا۔ ایک ہندو تحصیلدار بمع دوسرے عملہ کے دربار پر پہنچا۔ بند مکان کا دروازہ کھلوایا تو کمرے کے اندر کنواں بمع بیل دکھائی دیے۔ جس کو بہت سے لوگوں نے دیکھا اور یوں فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا۔

حضرت شاہ سرخہ رحمتہ اللہ علیہ

شاہ سرخہ کا مزار بھی بستی جمن شاہ میں ہے - خدانخواستہ اگر کسی انسان یا حیوان کو پاگل کتا کاٹ جائے تو اس دربار کی زیارت کرنے اور مجاور سے دم کرانے سے شفاء ہو جاتی ہے - اور پاگل پن کے اثرات پیدا نہیں ہوتے -

جب کسی فرد کو پاگل کتا کاٹتا ہے تو وہ فوراً دربار پر حاضر ہوتا ہے - دربار پر ایک نلکا لگا ہوا ہے - یہاں نہا کر کپڑے تبدیل کرتا ہے - پرانے کپڑے وہیں چھوڑ دیتا ہے - اور دم کرا کر واپس آ جاتا ہے -

شاہ سرخہ علیہ رحمت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب سید غیاث الدین المعروف پیر عادل اپنے لڑکے کی بارات لے کر یہاں سے گزرے تو بارات نے رات جمن شاہ کے علاقہ میں بسر کی - صبح کے وقت بارات تو روانہ ہو گئی لیکن ایک بچہ یہاں رہ گیا - دو دن تک تو اس بچے نے کسی بستی کا رخ نہ کیا لیکن بھوک سے نڈھال ایک بستی کنل میں پہنچے - آپ نے وہاں بستی والوں سے اس وقت تک کھانا لینا قبول نہ کیا جب تک کہ وہ اس کے بدلے میں آپ سے مزدوری لینے پر تیار نہ ہوئے -

شاہ سرخہ نے قوم کلاسرہ کی بھینسیں مزدوری پر چرانا شروع کر دیں ایک سال کی مزدوری یہ طے پائی کہ دو وقت کھانے کے ساتھ سال کے بعد بھینس کی ایک کٹی (بچھڑی) دی جائے گی - آپ ایک سال تک ان کی بھینسیں چراتے رہے لیکن سال بعد انہوں نے کٹی نہ دی بلکہ آپ کو وہاں سے بھگا دیا۔

اس کے بعد آپ نے قوم بھٹی کی بھینسیں چرانا شروع کر دیں یہاں بھی مزدوری دو وقت کا کھانا اور ایک کٹی کے پائی - سال گزرنے کے بعد بھٹیوں نے آپ کو کٹی

دے دی۔

ایک دن شاہ سرخہ رحمتہ اللہ علیہ کھرپہ لے کر زمین کھود رہے تھے کہ حضرت حاجی عبدالوہاب بخاری دین پناہ کا گزر ہوا۔ دین پناہ نے پوچھا "بیٹے کیا کر رہے ہو۔" شاہ سرخہ نے جواب کیا کہ قوم کلاسرہ کی بنیادیں کھود رہا ہوں۔ حضرت دین پناہ نے آپ کو اس کام سے روک دیا۔ اور فرمایا کہ اٹھو میرے ساتھ آوٴ۔ شاہ سرخہ نے کٹی ساتھ لی اور دین پناہ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ دریا کے کنارے پہنچے تو دین پناہ نے فرمایا کہ اپنی کٹی کو دریا میں پھینک دو اور ایک طرف بھاگنا شروع کر دو۔ جب تک پیچھے نہ دیکھو گے دریا سے بھینسیں ہی نکلتی رہیں گی جو کہ تمہاری ملکیت ہوں گی۔

شاہ سرخہ نے ایسا ہی کیا۔ کچھ فاصلہ کے بعد آپ نے مڑ کر دیکھا تو بھینسوں کی ایک قطار پیچھے چلی آتی تھی۔ گنی تو 60 بھینسیں تھیں۔

اب آپ ہر وقت بھینسیں چراتے رہتے۔ ونجھلی بجانے کا بھی بہت شوق تھا۔ سید منظور حسین شاہ آف جمن شاہ کے پاس یہ ونجھلی اور حضرت شاہ سرخہ کی ایک گدڑی آج بھی محفوظ ہے۔

شاہ سرخہ کو باطنی فیض حضرت دین پناہ رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل ہوا۔ آپ سے اکثر وبیشتر خوارق عادات ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔ لوگ آپ سے فیض حاصل کرنے اور آپ سے دعا کرانے کیلئے جمع ہو جاتے۔ لیکن آپ ایسے لوگوں سے دور بھاگتے تھے۔ ایک دفعہ بہت سے لوگ آپ کے پاس جمع ہوگئے۔ تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور جہاں آپکی قبر ہے یہاں آکر غائب ہو گئے۔

سید جیون جہاج رحمتہ اللہ علیہ

تحصیل چوبارہ میں پولیس سٹیشن کے ساتھ پرانے قلعہ کے جنوبی طرف ایک پختہ قبر موجود ہے۔ جہاں حضرت جیون جہاج رحمتہ اللہ علیہ آرام فرما ہیں۔

آپ کا نام تو جیون شاہ تھا لیکن آپ اپنے دور میں جیون جہاج (جہاز) کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے نام کے ساتھ جہاج کا نام اس لئے شامل ہوا کہ آپ میلوں کا سفر چند لحوں میں طے کر لیتے تھے۔ قدرت نے آپ کو ایسی باطنی و روحانی قوت عنایت فرمائی تھی کہ آپ دنوں کا سفر چند لحوں میں طے کر لیتے۔ اس لیے آپ کا نام جیون شاہ سے جیون جہاج مشہور ہوگیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جھنگ سے تحصیل چوبارہ میں اسلام کی تعلیم و تبلیغ کیلئے تشریف لائے۔ چوبارہ میں ہندووں کی آبادی کثرت سے تھی۔ آپ نے بستی سے باہر ایک ٹیلے پر ڈیرہ لگایا۔ آپ مسلمان گھرانوں میں جاتے اور انہیں اپنے اعمال کی درستی کیلئے نصیحتیں کرتے۔ یہاں کے مسلمان ہندووں کے ساتھ میل جول رکھنے کی وجہ سے اسلام سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ نماز جیسا اہم فرض فراموش کر چکے تھے۔ آپ نے مسلمان بچوں کو قران کی تعلیم دینا شروع کر دی۔ اور مسجد میں نماز باجماعت کا اہتمام کیا۔

بعض اوقات ہندو مرد عورتیں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ان سے اخلاق سے پیش آتے آپ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق سے متاثر ہو کر کئی ہندووں نے ہندو مت چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔

حضرت جیون جہاج رحمتہ اللہ علیہ کی ایک کرامت جو کہ عام و خاص کی زبان پر ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کہیں جا رہے تھے کہ ایک ہندو کے کنویں پر سے آپ کا گزر ہوا۔ آپ نے ہندو زمیندار سے کہا کہ لالہ تمہارے کنویں پر جو بیل چل رہے ہیں۔ یہ مجھے دے دو۔ ہندو زمیندار جو کہ آپ سے عناد رکھتا تھا اس نے بیل

دینے سے انکار کر دیا۔

آپ نے فرمایا کہ اچھا لالہ "اگر تم مجھے یہ بیل نہیں دو گے تو تمہارا یہ کنواں پانی دینا بند کر دے گا۔ اور اس کی دیواریں باہم مل جائیں گی۔" آپ کے یہ کہنے سے اسی وقت کنویں کی دیواریں باہم مل گئیں ۔ اور کنواں ختم ہوگیا۔ ہندو زمیندار نے نیا کنواں کھدوایا تو پھر ایک دن آپ وہاں کنویں پر پہنچ گئے۔ بیل کنویں پر چل کر پانی نکال رہے تھے ۔ آپ نے پھر بیل مانگے ۔ ہندو نے انکار کر دیا تو آپ نے کہا" اچھا لالہ ! بیل نہیں دو گے تو یہ کنواں بھی نہیں چلے گا۔ اور اس کی دیواریں باہم مل جائیں گی۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ کنواں پھر تباہ ہو گیا۔

لالہ بھی ضد کا پکا نکلا۔ اس نے سات بار کنواں کھدوایا لیکن آپ کو بیل دینا گوارا نہ کیا۔ہندو زمیندار جب ساتویں بار کنواں کھدوا چکا اور اس نے بیل کنویں پر جوت دیے تو جیون جهاج پھر کنویں پر پہنچ گئے اور آپ نے ہندو زمیندار سے بیل مانگے تو اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے کہا کہ اچھا لالہ پھر کنواں مل جائے گا۔ آپ کے یہ کہنے سے کنویں کی دیواریں باہم ملنے کو تھیں کہ ہندو زمیندار پکار اٹھا کہ بیل آپ کو دیتا ہوں ۔ حضرت جیون جهاج کے ہاتھ میں لوٹا تھا۔ آپ نے لوٹا کنویں کو مارا۔ اور بولے رک جا! کنویں کی دیواریں باہم ملنے سے رک گئیں ۔ چونکہ کنواں گول ہوتا ہے لیکن یہ کنواں بیضوی شکل میں تھا۔ جو کہ چند سال قبل بھی موجود تھا۔

میاں محمد عارف شہید کلہوڑہ رحمتہ اللہ علیہ

پرانے دفاتر تحصیل سے مشرق کی طرف صدر بازار تک جانے والی گلی میں جائیں تو تقریباً 100 گز کے چلنے کے بعد دائیں ہاتھ پر پیلو کے بڑے بڑے درختوں میں سبز گنبد والی زیارت گاہ نظر آتی ہے جو کہ شہید محمد عارف کے نام سے موسوم ہے۔

میاں محمد عارف شہید سندھ کے کلہوڑہ خاندان کے آخری فرمانروا میاں عبدالنبی کے گوشہ جگر تھے ۔ سندھ پر کلہوڑوں کی حکومت 1131 ہجری تا 1197 ہجری تک رہی ۔ میاں محمد عارف شہید کے خاندانی حالات سے متعلق تاریخ کی کتابوں میں اختلاف نظر آتا ہے ۔ تاریخ سندھ اور تاریخ کی دوسری کئی کتابوں میں خاندان کلہوڑہ کا شجرہ حضرت عباس سے ملایا گیا ہے اس لیئے آپ کا خاندان عباسی کہلاتا ہے۔

سندھ کی تاریخ میں یہ خاندان ، خاندانِ کلہوڑہ کے نام سے مشہور چلا آتا ہے ۔ اور اس خاندان میں جو سب سے پہلا قابل ذکر شخص ہے وہ میاں آدم شاہ کلہوڑہ ہے جس کا مزار سکھر میں ہے ۔ جو کہ ٹیکری آدم شاہ کے نام سے مشہور زیارت گاہ ہے ۔ میاں آدم شاہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ علوم ظاہری و باطنی میں کامل دسترس رکھتے تھے بڑے باعلم ۔ باعمل ،ریاضت و ہمت اور پاکدامنی میں یکتائے زمانہ اور درویشوں کے تمام اخلاق واوصاف کے حامل تھے ۔ سلسلہ سہروردیہ کے پیرو اور سید محمد جونپوری سے متاثر تھے ۔ چونکہ سید محمد جونپوری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں کے مہدویت کا دعویٰ کیا تھا اس لیے اس کے پیرو کار مہدوی کہلاتے تھے چونکہ میاں آدم شاہ بھی اس تحریک سے متاثر تھے اور یہ لوگ آبادی سے ہٹ کر جنگلوں اور صحراواں میں رہتے ۔ اس لیے صحرائی کہلاتے تھے جو کہ بعد میں بگڑ کر سرائی بن گیا ۔

لہٰذا سندھ کا یہ کلہوڑا خاندان جو کہ سندھ پر حکمرانی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے علمی و باطنی کمالات اور خرق و عادات کے باعث سلسلہ پیری و مریدی بھی جاری رکھے ہوئے تھا تالپوروں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شکست سے ہمکنار ہوئے تو ہزیمت

خوردہ ہو کر جودھ پور چلے گئے - اور دوبارہ سندھ پر قبضہ کرنے کیلئے طاقت جمع کرنے لگے لیکن حسب ضرورت فوج مہیا نہ ہو سکی تو میاں عبدالنبی نے لیہ و بھکر کی اجارہ داری حاصل کرنے کیلئے کوششیں شروع کر دیں - عزت رام وکیل اور نواب امین الملک کی سفارش سے لیہ و بھکر کی سند اجارہ داری میاں صاحب کو مل گئی -میاں صاحب کو لیہ اور بھکر کے علاقے نا صرف بطور جاگیر مل گئے بلکہ چالیس ہزار روپے نقد بھی امداد کے طور پر عطا ہوئے ان دنوں لیہ اور بھکر بلوچوں کے قبضہ میں تھے ان علاقوں کی حکومت حاصل کرنے کیلئے میاں صاحب کو بلوچوں سے جنگ کرنا پڑی - میاں صاحب اور محمد خان جسکانی کی آپس میں جنگ ہوئی سب سے پہلے میاں صاحب نے لیہ کو فتح کر لیا اور پھر اپنے بیٹے محمد عارف ،راجہ لیکھی اور پلیا فقیر کی سرکردگی میں ایک فوج منکیرہ فتح کرنے کیلئے بھیجی جو کہ کامیاب ہوئی - اور لیہ بھکر اور منکیرہ کے علاقے میاں صاحب کے قبضہ میں 10 مارچ 1789ء کو آ گئے۔

میاں محمد عارف نے ابتدائی تعلیم سندھ ہی میں حاصل کی آپ نے قرآن حفظ کیا - چونکہ آپ کے خاندان میں حکمرانی کے ساتھ ساتھ سلسلہ پیری و مریدی بھی چلا آرہا تھا اس لیے جب اس علاقے میں مکمل سکون حاصل ہوا تو محمد عارف سلسلہ فقیری کی طرف متوجہ ہوئے لوگوں میں تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا آپ کی دعوت کا مقصد احیاء سنت و قیام فرض اور امر بالمعروف ونہی المنکر تھا۔ ویسے بھی آپ کا خاندان باطنی طور پر سید محمد جونپوری کی تحریک مہدویہ سے وابستہ تھا - سید محمد جونپوری بڑے ہی پاک نفس اور خدا پرست بزرگ تھے۔ دنیا پرست پیروں اور خدا سے غافل حکمرانوں کے خلاف سخت رویہ اختیار رکھتے تھے اس لیئے سید محمد کی نسبت اعتقاد مہدویہ وغیرہ کو بنیاد تکفیر قرار دیا گیا۔ میاں عارف شہید نے بھی لیہ، بھکر اور جھنگ تک سفر کر کے لوگوں کو پابند شریعت اور احیائے سنت کا فریضہ انجام دیا سنت نبوی کا قیام آپ کا پہلا مقصد زندگی تھا - جو لوگ آپ کے مرید ہوتے انہیں پابند شریعت بناتے داڑھی رکھنے کی تلقین فرماتے اور تمباکو نوشی سے مکمل پرہیز کا وعدہ لیتے یہی وجہ ہے کہ آج بھی جو لوگ آپ سے اعتقاد رکھتے ہیں وہ نہ تو تمباکو نوشی کرتے ہیں نہ ہی تمباکو کی فصل کی کاشت کرتے ہیں - روایت کی جاتی ہے کہ میاں محمد عارف جاگیر کے انتظام کی طرف

توجہ نہ رکھتے تھے بلکہ جاگیر اور حکومت سے متعلق تمام امور آپ کے والد میاں عبدالنبی سرانجام دیتے لیہ و بھکر کی جاگیر میاں عبدالنبی کو سالانہ رقم کی ادائیگی کے وعدہ پر ملی تھی لیکن میاں صاحب وعدہ اور معاہدہ کے مطابق یہ رقم ادا نہ کر سکے اور جب 1793ء میں والی کابل تیمور شاہ کی وفات ہوئی تو میاں عبدالنبی کے ذمہ ایک لاکھ بیس ہزار کی گراں بہا رقم باقی تھی تیمور شاہ کے بعد زمان شاہ مسند آرائے سلطنت کابل ہوا تو اس رقم کی طلبی کی گئی لیکن میاں صاحب یہ رقم ادا نہ کر سکے۔ اس سے پہلے کہ جاگیر واپس لے لی جاتی پھر نواب امین الملک کی سفارش کام آئی 500 اونٹ دینے کا فیصلہ ہوا گو کہ مالیہ کی وصولی میں میاں صاحب سے نرمی برتی گئی لیکن میاں صاحب رقم کا کچھ حصہ بھی ادا نہ کر سکے جب زمان شاہ نے قندھار کی مہم میں میاں صاحب سے کہا کہ اپنا دستہ لے کر فوج میں شامل ہو جاو تو میاں صاحب نے یہ حکم بھی نہ مانا زمان شاہ نے غصے میں آ کر لیہ و بھکر کی جاگیر محمد خان سدوزئی کو عنایت کر دی اور مظفر خان صوبہ دار ملتان کو حکم دیا کہ محمد خان سدوزئی کی امداد کر کے لیہ و بھکر پر قبضہ کر آئے 1793ء میں محمد خان سدوزئی نے لیہ پر حملہ کر دیا لیکن محمد عارف شہید اور راجہ لیکھی نے اپنے حمایتیوں کے ساتھ مل کر لیہ کا اس طرح دفاع کیا کہ سدوزئی شکست کھا کر بھاگ گئے لیکن محمد عارف شہید اور راجہ لیکھی نے ان کا پیچھا کیا تو سدوزئی فوج کے کچھ سپاہی ایک جنگل میں چھپ کر بیٹھ گئے اور جب کلہوڑوں کی فوج وہاں سے گزرنے لگی تو اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی جس سے محمد عارف راجہ لیکھی اور دوسرے ساتھی شہید ہو گئے اور یوں لیہ پر سدوزئیوں کا قبضہ ہو گیا۔

لیکن ایک اور روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب سدوزئیوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے تو میاں عارف شہید اور راجہ لیکھی نے ان کا پیچھا کیا واپسی تک شام ہو گئی شہر سے باہر لبانے سکھوں نے ڈیرہ لگایا ہوا تھا جو کہ تاجر پیشہ تھے۔ جب میاں عارف شہید اور ساتھی گھوڑوں پر سوار واپس آنے لگے تو انہوں نے سمجھا کہ ڈاکو ہیں اس سے بچاو کے خاطر انہوں نے فائرنگ کر دی جس سے میاں عارف اور راجہ لیکھی شہید ہو گئے۔

میاں صاحب نے میاں عارف شہید کو لیہ میں دفن کیا اور خود جیسل میر چلا گیا

اور وہاں سے حاجی پور ضلع راجن پور میں آ گیا۔ یہاں عبدالنبی حاجی پور میں فوت ہوا اور یہ دفون ہوا میاں عارف کے دو بیٹے تھے ایک کا نام محمد علی اور دوسرے کا نام غلام علی تھا۔ میاں عارف شہید کا مزار 1333 ہجری بمطابق 1920ء میں بنایا گیا اس سے قبل آپ کا مدفن موجودہ مزار کے جنوبی طرف تھا۔ آپ کے جسم کو موجودہ مزار میں منتقل کیا گیا تو عینی شاہدوں کے مطابق جسم اطہر سے معلوم ہوتا کہ جیسے حالت نیند میں ہوں جو کہ اس حقیقت کا مظہر ہے شہید زندہ ہوتا ہے۔ تحصیل چوبارہ اور ضلع جھنگ سے آج بھی ہزاروں عقیدت مند آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں مرادیں پورے ہوتی ہیں - آپ کے مزار پر لوگ اپنے بچوں کی مو تراشی کرتے ہیں اور اترنے والے بالوں کے ہموزن حسب استطاعت سونا چاندی متولی کو دیتے ہیں۔ آج بھی جھنگ اور نواں کوٹ کے لوگ جب آپ کے مزار پر شادمانہ لے کر آتے ہیں تو بس وغیرہ سے اتر کر مزار پر ننگے پاوں چل کر آتے ہیں۔ آج بھی میاں محمد عارف شہید کے معتقدین اور مقلدین کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ سرائی مسلک کے لوگ جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں۔ جس کو "چسی" کہا جاتا ہے۔ اور اس طرح سے ایک دوسرے کے ساتھ خلوص و محبت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ رخصت ہوتے وقت اللہ طاہر کہتے ہیں۔

میاں محمد عارف شہید کا شجرہ مبارک درج ذیل ہے۔

میاں محمد عارف بن میاں عبد النبی بن غلام شاہ بن میاں نور محمد بن میاں یار محمد بن میاں نصیر محمد بن میاں الیاس محمد بن میاں داود بن آدم شاہ کلھوڑہ

پیر کرم حسین شاہ بخاری

سرائیکی علاقہ میں حضرت جلال الدین سرخ پوش بخاری کے خاندان کی دینی تعلیمات وخدمات کا اندازہ جگہ جگہ آپ کے خاندان کے افراد کے پھیلے ہوئے مزار مبارک ہیں لیہ دائرہ روڈ پر عزیز فارم کے ساتھ پیر کرم شاہ بخاری کا مزار ہے۔ محمد بخش فقیر جو کہ مزار کا جھاڑو بردار ہے اس کا کہنا ہے لوگ آتے ہیں قبر پر نمک رکھ جاتے ہیں اسی نمک کو جسم پر نکلی گلٹی و پھوڑا پھنسی وغیرہ پر گھمایا جائے تو وہ ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ غلام حسن سواگؒ

کتنی حسین وہ صبح ہوگی جب ریگ زار تھل کے علاقے موضع گاڑے والہ میں ملک لعل حسین سواگ کے ہاں ایک فرزند نیک بخت پیدا ہوا کہ جس نے بڑا ہو کر اپنی تابناک زندگی سے ایک عالم کی کایا پلٹ کر رکھ دی جس نے بدعت اور ضلالت کے خلاف اپنی زندگی کو وقف کر دیا جس نے اسلام روحانی و اخلاقی قدروں کو ایک بار پھر استوار کیا جس کی زندگی کے دور نے حضرت سلطان باہو اور حضرت لعل عیسنؒ کے دور کی یاد تازہ کر دی یہ عظیم روحانی شخصیت خواجہ غلام حسن سواگؒ کی تھی۔

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد محترم بسلسلہ ملازمت بھکر شہر میں تعینات تھے وہیں آپ کو فرزند کی ولادت باسعادت کا مژدہ ملا، فرزندار جمند کی خوشخبری سنتے ہی گھر تشریف لائے اور اپنے لخت جگر کو دیکھ کر دل کو شادکام کیا۔

ابھی آپ کی عمر چند دن ہوئی تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئیں اب آپ کے والد محترم کے سامنے دو مسائل تھے ایک تو نومولود بچے کی پرورش کا مسئلہ تھا دوسرا ملازمت کا سلسلہ گھر سے دور تھا والد مکرم نے سلسلہ ملازمت ختم کر لیا اور بچے کی پرورش اپنے ذمہ لے لی اور بچے کی پرورش کرنے لگے انہیں دنوں آپ کی قوم کی ایک عورت مسماۃ فاطمہ نے آپ کو گود میں لے لیا اور دل و جان سے پرورش کرنے لگیں مسماۃ فاطمہ خود ایک عابد و زاہد خاتون تھیں۔ پابند نماز و روزہ تھیں۔

قدرت کے دستور بھی نرالے ہیں انہیں دنوں جب آپ کی عمر ابھی ایک سال بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ کے والد محترم بھی بقضائے الٰہی وفات پا گئے بی بی فاطمہ نے اس یتیم بچے کو سینے سے لگا لیا اور زیادہ توجہ و محبت سے آپ کی پرورش کی جب آپ کی عمر ۵/۶ سال کی ہوئی تو آپ نے بھیڑیں چرانا شروع کر دیں۔

فیوضیات حسنیہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ آپ کی والدہ نے گذر اوقات کے لئے ایک قطعہ اراضی دے رکھا تھا اس کے باوجود بھی آپ اہل دیہات کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اور

معمولی معاوضے پر لوگوں کے مویشی چراتے تھے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ گلہ بانی کرنا سنت انبیاء علیہم السلام ہے دور فرعون کے حضرت کلیمؑ ہوں یا حضرت اسماعیلؑ کے پیارے ابا حضرت خلیل اللہ، صحرائے شام کے حضرت عیسیٰ اور وادئ حجاز کے دریتیم حضرت محمد ﷺ ان تمام اولوالعزم انبیاء نے اپنے ایام طفولیت میں ریوڑ چرائے دراصل قدرت نامعلوم انداز سے حضرت خواجہ غلام حسن کو اس سنت پر عمل کرا کے تربیت کا سامان پیدا کر رہی تھی خداوند قدوس کا صرف آپ سے مویشی چرانا مقصود نہ تھا بلکہ اس بھلی بری دنیا کا ایک عظیم مقتدا اور پیشوا بنانا ہی مشیت ایزدی تھی اہل موضع اس بات سے بے خبر تھے کہ ان کے مویشی چرانے والا، غلام حسن ایک دن غلام حسنؒ بن کر نکھرے گا۔ یہ ایک دن دنیا کا مقتدا بن جائے گا اور دنیا کے بڑے بڑے لوگ اس کی غلامی میں اپنا نام لکھوانا سعادت و نیک بختی تصور کریں گے آپ کے دل میں شروع سے ہی ظاہری علوم کی تحصیل کا شوق تھا اس سلسلے میں آپ نے اپنے رضائی بھائی ملک احمد یار سے ذکر کیا وہ بھی حصول تعلیم کے لئے تیار ہو گئے ڈیرہ اسماعیل خان میں مولانا غلام حسن صاحب ڈیروی کے خلیفہ حضرت دوست محمد قندھاری سے قرآن کریم اور ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی لیکن کچھ مدت کے بعد جھنگ کے مولانا علی محمد سے علم صَرف حاصل کیا۔ کچھ عرصہ کروڑ کے ایک خدارسیدہ بزرگ حضرت مولانا جان محمد کے حلقہ تدریس میں شریک رہے مولانا غلام محمد آف کندیاں اور مولانا نور محمد سے کسب فیض علم حاصل کیا مولانا نور خواں خواجہ غلام حسن کو قطب عالم حضرت خواجہ محمد عثمان موسیٰ زئی کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت خواجہ محمد عثمان نے جب آپ پر نظر کی تو آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ ذکر الٰہی، جذب و مستی کا ایک بحرِ زخار موجزن ہو گیا۔ خواجہ غلام حسن سواگ نے بیعت کے لئے مرشد کا دامن تھاما تو انہوں نے کمال مہربانی اور شفقت سے آپ کو حلقہ بگوش فرمایا۔ مرشد کی نگاہ نے تو آپ کے دل و دماغ میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا آپ جب بھی مرشد سے دور ہوتے تو زیارت مرشد کے لئے بے تاب ہو جاتے آپ نے اپنا زیادہ وقت محب مرشد میں گذارنا شروع کر دیا وہاں لنگر کے مختلف کام آپ کے ذمے تھے ایک دن خواجہ غلام حسن کے بارے میں ان کے مرشد نے فرمایا کہ یہ بچہ ایک دن اپنے

وقت کا قطب بنے گا۔

پورے ۲۱ سال تک مرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر مراتب سلوک اور مقامات مجددیہ کی تکمیل کرتے رہے جن دنوں موسیٰ زئی میں تعلیمر کا کام شوع تھا ایک دن سردیوں کے موسم میں صبح کے وقت خواجہ غلام حسن سواگ ایسے والہانہ انداز میں گارا بنانے میں مصروف تھے کہ دیکھنے والے سردی کے اس موسم میں آپ کی کیفیت دیکھ کر عش عش کر اٹھے۔ حضرت خواجہ محمد عثمان نے آپ کو والہانہ انداز میں گارا بناتے دیکھا اور تعریفیں سنیں تو فرمایا اس کے گارا بنانے کی آج تم تعریف کر رہے ہو لیکن ہم نے جو معرفت کا گارا اس کو لیپ دیا ہے کل تمام دنیا اس کے کمال کی تعریف کرے گی۔

ایک دن قیوم زمان حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے خلیفہ حضرت پیراں بخش قلندر نے آپ کی خدمت میں عرض کی اعلیٰ حضرت! مولوی غلام حسن جناب کا سچا اور مخلص خادم اور تمام مراتب سلوک مجددیہ طے کر چکا ہے پس استدعا کرتا ہوں کہ حضور والا کمال و شفقت ورافت سے خادم مذکور کو شرف خلافت اور اجازت طریقہ اشاعت مجددیہ سے شرف فرمائیں حضور نے اس استدعا پر تبسم فرما کر اپنی دستار مبارک حضرت غلام حسن سواگ کے سر پر رکھی اور آپ کو اشاعت سلسلہ عالیہ اور لوگوں کو اللہ اللہ سکھانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

قیوم زمان خواجہ محمد عثمانؒ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ سراج الدینؒ نے خواجہ غلام حسنؒ کو سلسلہ قادری چشتی سہروردی کی اجازت اشاعت بھی عطا فرمائی۔

شہباز ولایت خواجہ غلام حسن سواگ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کارناموں سے بہت متاثر تھے اس لئے آپ نے بھی اپنی زندگی میں اس سلسلے کو رواج دیا۔ ابتداء میں آپ کو تحصیل کروڑ کے مغرب میں تقریباً چھ میل کے فاصلے پر ڈپھی ملکوڑی کے زمینداروں نے اپنے ہاں رہائش پذیر ہونے کی دعوت دی کیونکہ یہ زمیندار آپ سے گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے اس لیے آپ نے کی استدعا قبول فرمائی محمدؒ خان سہڑ نے آپ کے لیے ایک کنواں بنوا دیا۔ فتح محمد خان نے مسجد تعمیر کروائی زمینداروں بکھر خان نے چار مسافر خانے بنوا دیئے جو کہ خانقاہ سراجیہ کے نام

ے مشہور ہے آپ کامل سال تک خانقاہ سراجیہ کے عوام الناس کے قلوب کو تصوف و سلوک کی مقدس تعلیمات سے منور کرتے رہے۔ خانقاہ سراجیہ ڈپھی مکوڑی میں عرصہ تیس سال گذارنے کے بعد موضع ڈگر سواگ تھل میں ایک کنواں اور دیگر مکانات تعمیر کرائے۔

حضرت خواجہ غلام حسن سواگ نے تین بار روضہ رسول ﷺ حاضری دی، مکہ معظمہ میں حج کے فریضہ سے سرخرو ہوئے آپ کی تمام عمر مسلمانوں میں واعظ و تبلیغ کرتے ہوئے گزری سینکڑوں ہندو آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے حضرت خواجہ غلام حسن سواگ ؒ ایک صاحب جلال بزرگ تھے جب آپ جلال میں آتے تو جس ہندو کی طرف اشارہ کرتے وہ فوراً وہیں کلمہ شریف پڑھ کر مسلمان ہو جاتا اس سلسلے میں آپ پر مقدمہ بازی پر مقدمہ بازی بھی کی گئی۔

ایک مرتبہ لاہور تشریف لے گئے تو وہاں ایک ہندو پر نظر ڈالی وہ مسلمان ہو گیا اس ہندو کا بھائی لاہور میں تھانیدار تھا۔ اس تھانیدار نے شہباز ولایت خواجہ حضرت غلام حسن کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا کہ حضرت نے میرے بھائی کو جبراً مسلمان کیا ہے پیشی کے دن حضرت خواجہ سواگ ؒ صاحب عدالت میں پیش ہوئے فردِ جرم سنائی گئی اور جج نے پوچھا آپ نے ہندو نوجوان کو جبراً مسلمان کیوں کیا ہے؟ یہ سن کر آپ جلال میں آگئے اور جوش میں آکر فرمایا کہ اس لڑکے کو تو میں نے جبراً مسلمان کیا اور کلمہ پڑھایا ہے تھانیدار کی طارف اشارہ کر کے فرمایا اسے کس نے کلمہ توحید پڑھایا ہے دفعتاً تھانیدار کی زبان سے کلمہ جاری ہو گیا۔

اس طرح کا ایک اور واقعہ میانوالی کی عدالت میں پیش آیا میانوالی کے ہندوؤں نے عدالت میں حضرت خواجہ غلام حسن ؒ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا کہ غلام حسن سواگ جادوگر ہیں اور جادو کے زور سے مسلمان بناتے ہیں سیشن جج ہندو تھا جس دن مقدمہ عدالت میں پیش ہوا تو اتفاقاً اس دن دو ہندو افسر تحصیلدار اور تھانیدار بھی عدالت میں موجود تھے جب ریڈر نے مثل استغاثہ پڑھ کر سنائی تو حضرت خواجہ غلام حسن جوش میں آگئے اور ہندو سیشن جج کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ دوسرے ہندوؤں کو تو میں جبراً جادو کے زور سے کلمہ پڑھایا ہے لیکن آپ کو کس نے کلمہ پڑھایا ہے اس طرح دوسرے دونوں ہندافسروں کی طرف بھی اشارہ کیا اور کہا کہ انہیں بھی میں نے جادو

کے زور سے کلمہ پڑھایا ہے؟ تینوں ہندو آفیسر تحصیلدار تھانیدار اور سیشن جج کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے عدالت میں موجود باقی ہندو آپ کی یہ کرامت دیکھ کر عدالت سے بھاگ کھڑے ہوئے کہ حضرت کہیں ان کی طرف انگلی کا اشارہ نہ کر دے۔

نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت خواجہ غلام حسن ؒ صاحب کی کرامات کا مطالعہ کرنے سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی تمام کرامات مسلمانوں کی بھلائی اور فلاح کا پہلو لئے ہوئے ہیں آپ کا جلال ہمیشہ لوگوں پر جمال بن کر برسا آپ کی پر جلال نگاہ کہیں تو ہندوؤں کو مسلمان کر دیتی کہیں رہزن اور ڈاکوؤں کو بری عادات سے تائب ہونے کا سبب بنتی۔ کہیں بدکار زانی نوجوانوں کو راہ راست پر لے آتی اور کہیں دین اسلام سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست پر لانے کا سبب بنتی۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ سواگ ؒ بستی چاون ضلع ملتان میں وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص جو کہ رسول پاک کی معراج جسمانی کا منکر تھا اس نے اٹھ کر دریافت کیا کہ حضور پر نور کس طرح آسمانوں سے گزر کر عرش بریں تک پہنچے۔ حضرت سواگ صاحب ؒ پر جلال طاری ہو گیا آپ مسجد کی دیوار سے گزر کر صحیح سلامت غائب ہو گئے اور دوبارہ دیوار سے گزر کر منبر پر رونق افروز ہوئے اور دیوار ویسی ہی رہی اور فرمایا حضور ؐ پر نور اس طرح آسمان سے گزر کر عرش بریں تک پہنچے آپ کی یہ کرامت دیکھ کر لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔

کرامات کے علاوہ آپ سے بے شمار مکاشفات بھی ظاہر ہوئے جن میں سے یہاں ایک کا ذکر کرتا ہوں ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب بہاؤالدین قریشی کے ہمراہ ایک رشتہ دار کی منگنی پر جا رہے تھے قریشی صاحب کہتے ہیں میرے دل میں خیال گزرا کہ غلام حیدر حضرت صاحب ؒ کا مخالف ہے کہیں لڑائی نہ ہو جائے اس وقت آپ ایک دوسرے شخص سے باتیں کر رہے تھے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا قریشی صاحب! میرے ہمراہ نہ چلو ایسا نہ ہو کہ کہیں لڑائی ہو، میں یہ سن کر بہت شرمندہ ہوا۔

حضرت خواجہ غلام حسن سواگ ؒ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ سنت نبوی ؐ کے عین مطابق تھا

گاہنا" پڑھاتا ہوا جلوس جنازہ کی طرف رواں دواں تھا۔

آپ اپنے دور کے ایک شعلہ مستعجل تھے جن کی شعلہ نوائی سے شمع ایمان جل اٹھی تھی

آپ ایک سچائی تھے جس کی صداقت نے بیگانوں سے بھی خراج تحسین وصول کیا۔

آپ کی وفات پر مختلف تاریخیں کہی گئیں تھیں دوست محمد شائق نے لکھا ہے:۔

غلام حسن صاحب، زہد وعرفان، یہ منظور سرکار خیر البشر ہے ۱۳۵۸ھ

مولانا محمد افضل صاحب مرحوم نے یہ فقرہ کہا تھا:۔

غلام حسن حمائی، دین الہی، ۱۳۵۸ھ۔

حضرت غریب نواز پیر بارو رحمتہ اللہ علیہ

حضرت پیر بارو رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کی صحیح تاریخ تو معلوم نہیں لیکن آپ نے 1977ء میں ایک موقع پر فرمایا تھا کہ میری عمر اس وقت تقریباً 128 سال ہے۔ آپ کے فرمان کو سند مان کر تاریخ پیدائش کا سال 1849ء بنتا ہے۔ اور یہی وہ زمانہ تھا جب پنجاب سے سکھوں کی حکومت کا آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ اور انگریز اپنے پنجے گاڑنے میں سرگرم عمل تھا۔

آپ کے والد مبارک کا نام اللہ دتہ تھا۔ جوتہ قوم کے فرد نیک بخت تھے۔ آپ موضع نوشہرہ تھل کلاں نزد فتح پور ضلع لیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی محمد عبداللہ رکھا گیا۔ جو کہ بعد میں پیر بارو رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے زیادہ مشہور ہوا۔ آپ کے والد محترم کا ذریعہ معاش مزدوری تھا۔

اس دور میں مسلمان تو ویسے بھی غریب اور کسمپری کی زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن آپ کی رہائش تھل میں تھی۔ جہاں زراعت بھی صرف اور صرف بارشوں کی مرہون منت تھی۔ اس لیئے آپ نے بھی ہوش سنبھالتے ہی بھیڑ بکریاں چرانے میں اپنے والد کا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ اس دور میں بھیڑ بکریاں چرانے کے عوض میں چار آنے اور دو وقت کا کھانا بطور اجرت دیا جاتا تھا۔ شاید آپ بھی علاقے کے دوسرے افراد کی طرح ہمیشہ گلہ بانی کا فریضہ انجام دیتے رہتے۔ لیکن قدرت نے تو ازل سے آپ کو مسلمانوں کی راہنمائی کے لیئے منتخب کر لیا تھا۔ بچپن ہی سے آپ کو حصول علم کا شوق تھا۔ اس لیئے آپ اپنے چچا زاد بھائی کٹو کے ساتھ بیچ گراہیں ضلع بھکر میں پہنچے تاکہ اپنے آبائی مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر حصول علم کر سکیں۔

لیکن جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کے پیرو مرشد گھر پر موجود نہ تھے۔ اس لیئے آپ واپس آگئے۔ ان دنوں حضرت مولانا خواجہ غلام حسن سواگ رحمتہ اللہ علیہ موضع ڈر سواگ نزد کروڑ لعل عیسن میں درس وتدریس میں مصرف تھے۔

آپ اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ اس شہباز ولایت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ حسن سواگ نے آنے کا مقصد پوچھا تو کٹو نے ننھے عبداللہ کو شہباز ولایت حضرت سواگ کے قدموں میں تعلیم و تربیت کی خاطر لا بٹھایا۔حضرت خواجہ غریب نواز پیر بارو رحمتہ اللہ علیہ نے یہیں ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا۔

کچھ عرصہ حضرت سواگ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ بستی "ودھے والی" بھکر میں حضرت مولانا نور محمد صاحب کے پاس چلے گئے۔ آپ نے وہاں تدریسی کتب پڑھیں۔ قران پاک ناظرہ ختم کیا۔ ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد آپ نے مولانا نور محمد کے علاوہ دوسرے اساتذہ سے بھی علوم ظاہری حاصل کیا۔ان اساتذہ میں مولانا محمد اعظم صاحب مظفر گڑھ اور حضرت علامہ بحرالعلوم مولانا فیض محمد شاہ جمالی رحمتہ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔

علوم ظاہری کے حصول کے بعد آپ موضع ڈگر سواگ میں حضرت مولانا خواجہ غلام حسن سواگ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ علوم باطنی کے حصول کے لیئے ان کی صحبت کیمیا اثر سے فیض یاب ہو سکیں۔

آپ ایک مدت تک حضرت خواجہ غلام حسن سواگ کی خدمت میں رہے۔ اور بکمال صدق و ارادت شرف بیعت سے فیض یاب ہوئے۔ حضرت خواجہ غلام حسن سواگ بھی آپ پر خصوصی توجہ فرمانے لگے۔ اور بے انتہا الطاف و مہربانیوں سے نوازنے لگے۔ تھوڑے عرصہ میں منازل سلوک و مدارج عروج طے کرانے کے بعد اجازت و اشاعت سلسلہ اور خلافت عطا فرمائی۔

اپنے مرشد سے تکمیل سلوک و اجازت و خلافت کے بعد اپنے آبائی گاوں میں تشریف لائے۔ کافی عرصہ تک صبر و توکل زاہد و عبادت تسلیم و رضا کے ساتھ ریاضت و مجاہدہ و مراقبہ اور ذکر الہی میں مشغول رہے۔ آپ اکثر اوقات حضرت عنایت شاہ قادری کے دربار پر تشریف لے جاتے۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے حضرت شاہ عنایت ایک عظیم روحانی بزرگ تھے۔ جن کا فیض آج بھی ان کے مزار مبارک سے جاری ہے۔ آپ نے اپنی ولایت اور حقیقت آگہی کو چھپانے کی کوشش فرمائی لوگ آپ کی خدمت میں بیعت ہونے کے لیئے حاضر ہوتے تو آپ فرماتے بھائی میں غریب ہوں۔کونسا

پیر ہوں جو تم میری بیعت کے لیئے آتے ہو۔ ایک دن ایک شخص حاجی امیر محمد ساکن کوٹ سلطان بیعت کے لیئے حاضر خدمت ہوا۔ لیکن آپ نے اسے بیعت کرنے سے معذوری ظاہر فرمائی۔ حاجی امیر محمد آستانہ عالیہ پیر حسن سواگ حسن آباد پہنچا۔حضرت ثانی خواجہ غلام محمد رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین مسند آرائے محفل تھے۔ حاجی امیر محمد نے عرضداشت پیش کی۔ "حضرت میں آپ کے خلیفہ پیر بارو کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ لیکن وہ بیعت نہیں کرتے اور اپنی بے بسی و مجبوری کا اظہار کیا۔ حضرت خواجہ غلام محمد ثانی نے ایک مکتوب عنایت کیا۔حاجی امیر محمد وہ خط لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے یہ خط پڑھا۔ خط پڑھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور آپ نے شخص مذکورہ کو بیعت کر لیا۔ اس کے بعد تو انوار روحانیت کا فیض عام ہوا کہ اب آپ کے مریدیں متوسلین و خلفاء صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ بیرون ملک بھی موجود ہیں۔

آفتاب شریعت حضرت خواجہ غریب نواز محمد عبداللہ المعروف پیر بارو رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت پاک روشن مینار تھی۔ آپ نے تمام عمر سادہ زندگی بسر کی۔ شروع میں کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی چٹائی پر تشریف فرماتے لیکن بعد میں ضعف پیری گاو تکیہ کا سہارا لے کر بیٹھتے۔لباس سنت کے مطابق سادہ استعمال کرتے۔ اکثر تہبند باندھتے اور کرتا کھدر کا استعمال کرتے۔ سر پر عمامہ اور اس کے نیچے کپڑے کی ٹوپی پہنتے۔ ہاتھ میں عصا بھی رکھتے تھے۔ آپ کی غذا سادہ اور قلیل ہوتی تھی۔ کبھی کبھی شوربے میں روٹی توڑ کر ثرید بنا کر نہایت رغبت سے کھاتے۔ آپ نے آستانہ عالیہ پر درس وتدریس کے لیئے مدرسہ بھی قائم کیا۔ جہاں طالباں حق کی تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا ہوتا ہے۔ درس کے طلباء اور مسافروں کو لنگر سے کھانا ملتا ہے۔ لنگر اور درس وتدریس کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ آپ دین حنیف کے سچے پیروکار اور مبلغ تھے۔ خود شریعت پر کاربند رہتے۔ اور اپنے مریدوں کو اسلام میں پوری طرح داخل ہونے کی تلقین سختی سے فرماتے۔ عشق رسولؐ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اور جب بھی ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تو آپ شان رسولؐ اس انداز میں فرماتے کہ وقت تھم جاتا آپ اکثر فرماتے کہ چودہ سو سال سے حضرت پاکؐ کی تعریف ہو

رہی ہے ۔بڑے بڑے کاتب بڑے بڑے مولوی اور عالم تعریف کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ لیکن یہ تعریف کسی سے مکمل نہ ہو سکی۔ آپ لوگوں سے فرماتے کہ اولیائے اللہ سے دولت دنیاطلب نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ ان کے در سے دولت دین کے طلب گار بن کر جاو۔ آپ فرماتے تھے کہ اولیائے اللہ خدا تو نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہیں ۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا پیر تین قسم کے ہوتے ہیں ۔ رحمت زحمت لعنت۔

1- رحمت --- مرید کے لئےوہ پیر رحمت ہوتے ہیں جو بغیر طمع لالچ کے شریعت کی تبلیغ کرتے ہیں ۔ تلوار بے نیام ہوتے ہیں۔

2- زحمت --- زحمت وہ پیر ہوتے ہیں جو نذرانہ وغیرہ تو وصول کرتے ہیں ۔ لیکن شریعت کی تبلیغ نہیں کرتے ۔کہ کہیں نذرانے بند نہ ہو جائیں۔

3- لعنت --- لعنت وہ پیر ہوتے ہیں جو مرید اہل و عیال کے ساتھ ان کے پاس جائیں تو پیر ان کی عزت لوٹ لے ۔ یا پیر مرید کے دروازے پر جائے پھر بھی مرید کی عزت محفوظ نہ رہے۔ ایسے پیر آجکل عام پھرتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ مرد خدا آج بھی مل جاتے ہیں لیکن طالب صادق نہیں ملتا۔

آپ اپنے مریدین سے نماز کی پابندی کراتے ۔ اور انہیں سنت نبوی کے مطابق داڑھی رکھنے پر پابند کرتے ۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی تادم تحریر آپ کا ہر سچا مرید نماز کا پابند ہوگا۔ حضرت خواجہ محمد عبداللہ المعروف پیرپارو رحمتہ اللہ علیہ کے نہایت تابعدار اور برگزیدہ بندے تھے ۔ آپ کی تعلیمات سے لاکھوں لوگ مستفید ہوئے۔ آپ کی کوششوں سے بہت سی بدعات کاخاتمہ ہوا۔اور بہت سے مسلمانوں کے عقائد کو شریعت کے مطابق درست فرمایا۔ حضرت پیر بارو رحمتہ اللہ علیہ سے زندگی میں بہت سی کرامات اور مکاشفات ظاہر ہوئے ۔ لیکن یہاں میں صرف ایک کرامت اور مکاشفہ تحریر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں ۔ اگر آپ سے متعلق تفصیل سے مطالعہ کرنا چاہیں تو فیوضیات بارویہ کا مطالعہ کریں۔

1- خلیفہ فتح محمد ساکن بستی کھر بیان کرتا ہے کہ ہم نے حضرت غریب نواز علیہ الرحمتہ کی دعوت کی ۔ لنگر کے لیئےچار من آٹا اور ایک مینڈھا تیار کیا۔ آپ کی تشریف آوری

پر تقریباً دو ہزار آدمی جمع ہو گئے ۔ مہمانوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے ہم کچھ پریشان سے ہونے لگے کیونکہ مہمانوں کی نسبت کھانا بہت کم ہے ۔ مہمان زیادہ تھے اور کھانا کم تھا۔ہم اسی کشمکش میں تھے کہ حضرت غریب نواز رحمیہ اللہ علیہ مسکرائے اور اپنی چادر مبارک عطا فرمائی ۔فرمایا کہ اس سے کھانے کو ڈھانپ دو ۔ اور کھانا تقسیم کرو۔ اللہ برکت دے گا۔خلیفہ صاحب کا بیان ہے کہ سب آدمیوں نے کھانا کھایااور کھانا بھی بچ رہا۔

2- حافظ محمد انور نابینا ساکن ایبٹ آباد بیان کرتے ہیں کہ میں بلائنڈ سکول بہاولپور میں رہتا تھا۔ رات کو نماز تہجد ادا کرنے کے لئےبیدار ہواتو سکول میں پانی نہیں تھا۔سکول سے ایک فرلانگ دور مسجد کیطرف چل دیا۔ راستے میں جھاڑیاں تھیں اور میں اندھا تھا۔ اچانک ایک سانپ میرے بائیں بازو پر آپڑا ۔ میں نے فوراً دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر پھینک دیا ۔ کچھ عرصہ بعد آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ تو حضرت پیر بارو نے فرمایا "بابو سانپ وغیرہ کے نکلنے کا موسم ہے رات کو تہجد کے لئےپانی کا انتظام کر کے سویا کرو۔" حالانکہ میں نے آپ سے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔

وفات

موت کا ایک دن مقرر ہے یہ دنیا فانی ہے یہاں کسی کو ثبات حاصل نہیں ۔ صرف ایک واحد ہستی باقی رہنے والی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔

حضرت خواجہ غریب نواز کی عمر تقریباً 30-129 سال ہو چکی تھی ۔ لیکن ریاضت مجاہدہ اور معمولات کی وہی حالت رہی۔ کثرت ریاضت سے نحیف و کمزور تھے کہ 29 رجب المرجب 1399ھ جان جاناں کے سپرد کر دی۔

انا للہ وانالیہ راجعون

آپ کو تسبیح خانے میں دفن کیا گیا۔ جہاں آج کل ایک عظیم الشان روضہ تعمیر ہو چکا ہے۔ حضرت پیر بارو نے تعلیم وتدریس اور تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ وہ آج بھی حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب باروی کی نگرانی میں جاری و ساری ہے ۔ حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب کی زندگی مسلسل جدوجہد علم و عمل پیہم اور اخوت و محبت کا مجسم نمونہ ہے۔

قحط الرجال کے اس دور میں ان کی زندگی طالبان حق کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب کی ظاہری و باطنی تربیت حضرت غریب نواز پیر بارو نے اپنے نگرانی میں فرمائی۔ ایک مرتبہ حضرت پیربارو نے فرمایاکہ فقیر محمد مادر زاد ولی ہے۔ حضرت خواجہ فقیر محمد آپ کی درگاہ کے سجادہ نشین ہیں اور حضرت پیربارو کی روشن کی ہوئی شمع کو فروزاں کے ہوئے ہیں۔(میں نے ضلع لیہ کے جتنے مزارات کی زیارت کی ہے۔ صرف حضرت پیربارو کے مزار پر ہی آج بھی حقیقی معنوں میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ اور حق تبلیغ دین اسلام ادا ہو رہا ہے۔ خدا کرے یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے)

سخی شاہ سلطان

موضع ویرڑنشیب وتھل کے دہانے پرکوٹ سلطان کے جانب شمال لیہ دائرہ روڈ پرسخی شاہ سلطان کے نام سے قبرمشہور ہے۔ یہاں پر حاجی لنگرویرڑاور سید شاہ سلطان کے مزارات ایک کمرہ کے اندر ہیں مہر امیر محمد ویرڑ نمبردار کی روایت ہے کہ حضرت سید عبدالوہاب بخاری اور حاجی لنگرویرڑ کی دوستی تھی۔ حضرت دین پناہ اپنی کشتی میں سوار ہو کر سیروسیاحت اور عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ایک دفعہ حاجی لنگرویرڑ نے حضرت دین پناہ کی دعوت کی۔ جب وہ دعوت پر آئے تو مریدین کا ایک لشکر اُن کے ساتھ تھا۔ یہ دیکھ کر حاجی لنگر صاحب گھبرا گئے لیکن حضرت دین پناہ نے فرمایا گھبراؤنہیں اللہ برکت ڈالے گا۔ یہ کہہ کر اپنی چادر مبارک دے کر حکم دیا کہ جا کر آٹے کے اوپر رکھ دیں۔

حضرت دین پناہ تین دِن مہمان رہے۔ چند آدمیوں کے لیے جو آٹا گوندھا گیا تھا وہ سینکڑوں افراد کے لیے 3 دِن تک بھی کم نہ ہوا لیکن حاجی لنگر کے ریوڑ میں موجود 120 بھیڑیں ختم ہو گئیں۔ تیسرے دِن حضرت دین پناہ صاحب نے حاجی لنگر صاحب سے اجازت چاہی اور کہا کہ بھائی تمہاری بھیڑیں 3 دِن سے بھوکی ہونگی آپ اُن کو چرانے کا انتظام کرو۔ حاجی لنگر نے

کہایا حضرت تمام بھیڑیں ذبح ہو کر دعوت کے کام آ چکی ہیں حضرت دین پناہ نے فرمایا کہ اپنی بھیڑوں کو پکارو حاجی لنگر نے اپنی بھیڑوں کو پکارا اور آگے بڑھتے گئے۔ انہیں دِل میں شک گزرا کہ بھیڑیں آ بھی رہی ہیں یا نہیں۔ اچانک مڑ کر پیچھے دیکھا۔ بھیڑوں کی قطار چلی آتی تھی۔ آخری بھیڑ تین ٹانگوں والی تھی۔ حضرت دین پناہ نے کہا میاں لنگر فقیر پیچھے دیکھنے میں جلدی کی آخری بھیڑ کی چوتھی ٹانگ بھی نہ لگنے دی۔ یہ کہہ کر حضرت دین پناہ نے حاجی لنگر کو دعا دی کہ اللہ تمہارے رزق میں برکت ڈالے گا۔ اور اُن کے لیے ایک جگہ مخصوص کر کے نشان لگایا کہ یہاں تمہاری قبر ہو گی اور ساتھ ہی ایک اور نشان لگایا کہ یہاں ایک سید فقیر آئے گا اُس کا نام سلطان شاہ ہو گا۔ یہ جگہ اُس کی قبر کے لیے مخصوص ہے۔ مشہور وہ ہو گا لیکن انشاءاللہ پہلے دیا تمہارا جلے گا۔

اِسی طرح کچھ عرصہ بعد سید سلطان شاہ نے یہاں ڈیرہ لگایا اُن کی سخاوت ہر طرف مشہور ہوئی۔ حاجی لنگر اور سلطان شاہ کو بعد از وفات مقررہ جگہوں پر دفن کیا گیا۔ یہ بھی روایت ہے آپ کی حدود میں چوری نہیں ہو سکتی۔ چور اندھا ہو جاتا ہے۔

پیر سید فتح شاہ بخاری

کوٹلہ قاضی میں آپ کا مزار ہے۔ روایت ہے کہ آپ مجذوب بزرگ تھے۔ جہاں آپ کا مزار ہے یہاں جال کے درخت تھے آپ نے ان کے نیچے ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔ زیادہ تر وقت عبادت میں گزارتے۔ نہ تو آپ نے کبھی لوگوں سے کچھ مانگا اور نہ ہی لوگوں نے آپ کو کبھی کچھ کھاتے ہوئے دیکھا۔

ایک دفعہ آپ کونڈے میں کوئی چیز رگڑ رہے تھے۔ کہ قاضی فتح محمد نے دیکھ لیا۔ وہ آپ کے پاس چلا آیا اُسے محسوس ہوا کہ پیر فتح شاہ بھنگ رگڑ رہا ہے۔ قاضی صاحب نے آپ کو بھنگ رگڑنے سے روکا اور ڈنڈا چھین لیا۔ جب ڈنڈا چھینا تو لکڑی والہ ڈنڈا چاندی کا بن گیا۔ قاضی صاحب ڈنڈا چھین کر گھر چلے گئے لیکن تھوڑی دیر بعد انہیں پھر رگڑنے کی آواز آئی۔ وہ اُٹھ کر آئے تو پیر فتح شاہ دوبارہ بھنگ رگڑنے پر شروع ہو گئے۔ رگڑائی کی آواز دوبارہ سن

کر قاضی صاحب سید فتح شاہ سے ناراض ہوئے اور ڈنڈا چھین لیا۔ تو یہ ڈنڈا سونے کا بن گیا۔ پیر فتح شاہ کی یہ کرامت دیکھ کر وہ آپ کا معتقد ہو گیا۔ پیر فتح شاہ نے محمد قاضی کو اسی وقت وضو کرنے کا حکم دیا قاضی صاحب نے وضو کرنا شروع کیا تو جس عضو پر وضو کے لیے پانی ڈالتے پانی کے فوارے شروع ہو جاتے۔ ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ لوگوں کو جب آپ کی اِس کرامت کا پتہ چلا تو وہ آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔ پیر فتح شاہ نے دیکھا کہ لوگ اُس کے گرد جمع ہو رہے ہیں انہوں نے فوراً زمین سے امان طلب کی۔ زمین پھٹ گئی اور آپ زمین میں زندہ دفن ہو گے۔ پہلے آپ کے مزار پر روضہ نہ تھا۔ لیکن حاجی اللہ وسایا ساقی اور شیر محمد قریشی نے 1980ء میں آپ کی قبر پر روضہ تعمیر کرایا۔ اب زوجہ اللہ وسایا ساقی دربار پر جھاڑو برداری کرتی ہے۔

حضرت شاہ نواز بخاری

لیہ شہر سے جانب شمال 2 کلومیٹر کے فاصلہ پر آپ کا مزار مبارک ہے۔ قبر کے گرد جالی ہیں پختہ چاردیواری بنائی گئی ہے۔ آپ کے متعلق روایت ہے کہ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ بندوبست رپورٹ 1878ء سے معلوم ہے کہ آپ حضرت سلطان حسین شاہ کے خاندان سے تھے جن کا مزار کوٹلہ حاجی شاہ کے جانب غرب ہے۔ چونکہ آپ کے خاندان کا سلسلہ پیری مریدی تھا اس لیے آپ کو آپ کے مریدین جو کہ خاندان بھلر سے تھے۔ یہاں پر دفن کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ پیران غائب کے نام سے بھی معروف تھے۔ کیونکہ اچانک غائب ہو گئے تھے۔ سید محمد حسین شاہ جو کہ مزار مبارک سے ملحق ایک دینی مدرسہ چلاتے ہیں ان کا بیان ہے کہ بودلہ خاندان کے لوگ آپ کی قبر کی بے حرمتی کے درپہ تھے۔ ان کے گھروں میں اچانک آگ بھڑک اٹھتی تھی جس سے ہر بار گھر کا سارا سامان جل کر راکھ ہو جاتا۔ انہوں نے دربار پہ حاضر ہو کر معافی مانگی اور یہ علاقہ بھی چھوڑ گئے۔ سید سلطان احمد شاہ چونکہ رفاعی سید تھے۔ اس لیے آپ بھی رفاعی سید تھے۔

☆☆☆

حضرت شاہ محمد حضرت شاہ مستانہ

روایت ہے کہ آپ دونوں بھائی تھے۔ ایک کا نام شاہ محمد اور دوسرے کا نام شاہ احمد تھا۔ شاہ احمد ہر وقت حالت جذب میں مست رہتے اِس لیے ان کا نام شاہ احمد کی بجائے شاہ مستانہ معروف ہوا۔ آپ دونوں بھائی ہر وقت اللہ کی عبادت میں مگن رہتے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ اوچ شریف سے یہاں تشریف لائے تھے۔ پہلے آپ کی قبور پر مزار نہ تھا۔ علاقہ کے لوگ حاضری دیتے تھے تو منتیں پوری ہوتی تھیں آج بھی لوگ آپ کے مزارات پر حاضر ہو کہ منتیں مانگتے ہیں۔ اب کھوکھر برادری کے غلام محمد اور غلام حسین نے مزار بنوانا شروع کیا ہے جو کہ تکمیل کے مراحل میں ہے۔

حافظ نور محمد گیلانی

لیہ سے چوک اعظم روڈ پر 14 کلومیٹر کے فاصلہ پر آپ کے نام نامی سے اڈہ نور حافظ معروف ہے۔ آپ حافظ قرآن تھے۔ سات مرتبہ آپ نے پیدل حج فرمایا، سلسلہ قادری کے بزرگ تھے۔ چونکہ آپ ایران کے علاقہ گیلان سے تشریف لائے تھے اِس لیے گیلانی معروف ہوئے۔ آپ کا خاندان خود کو میانہ خاندان سے تعلق ظاہر کرتا ہے۔ تھل کے بے آب و گیاہ علاقہ کے لوگ کی اصلاح احوال کے لیے آپ اپنے پیر غوث اعظم قطب ربانی، شیر یزدانی، محبوب سبحانی شہباز لامکانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے حکم پر تشریف لائے۔ آپ حضرت محبوب سبحانی کے مزار پر زائرین کی خدمت کے لیے پانی بھرتے تھے۔ جب آپ کو حکم ہوا کہ تھل کے علاقہ کے لوگوں کی دینی تعلیم و تربیت کرو۔ آپ اپنے پیر کے حکم پر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے تو بے سروسامانی کا شک دل میں اُبھرا۔ حضرت محبوب دستگیر سبحانی نے عالم خواب میں بشارت دی کہ گھبراؤ مت مانی (روٹی) تے بانی (نوکرانی) کی تنگی نہ رہے گی۔ لنگر جاری رکھا۔ آپ جب تھل کے علاقہ میں تشریف لائے تو چاہ جلالی موجودہ چک نمبر 133/TDA میں ایک

ٹیلہ پر کڑی (کریر) کے درخت کے نیچے ڈیرہ لگایا۔لوگوں کو دینی تعلیم وتربیت اور علم قرآن سے منور کرنے لگے۔ہزارہا لوگوں نے آپ سے دینی تعلیم پائی اور سینکڑوں ہندوؤں نے آپ کی توجہ سے اسلام قبول کیا۔

میاں احمد یار صاحب کی زبانی روایت ہے یہ روایت انہوں نے مہر اللہ بخش لوہانچ حکیم مرحوم کی زبانی سنی تھی کہ ایک دفعہ ایک شخص کے سسرال والے اُسکی بیوی اُس کے ساتھ نہ بھیجتے تھے۔اُس شخص کے سسرال علاقہ تھل کے رہائشی تھے۔وہ شخص حضرت خواجہ تونسوی صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بیوی دلانے کی درخواست کی۔حضرت خواجہ تونسوی صاحب نے ایک رقعہ لکھ کر حکم دیا کہ جا کر حضرت حافظ نور محمد گیلانی کی قبر کے سرہانے رکھ دینا۔اُس شخص نے ایسا ہی کیا۔ابھی وہ آپ کی قبر پر موجود تھا کہ ایک شخص نے آپ کو بلایا اور کہا کہ آؤ اپنی بیوی کو لے جاؤ۔وہ آدمی اپنی بیوی کو ساتھ لے گیا۔یہ بھی روایت ہے کہ حضرت خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ اگر گندم کی روٹی کھانا ہو تو نور حافظ کے لنگر میں جاؤ۔جوار باجرہ کھانا ہے تو میرے پاس رہو۔

حضرت حسن شیر

آپ جوئیہ خاندان کے غریب فرد تھے آپ اور آپ کا والد چاہ حمان والا پر سامٹیہ خاندان کے ہاں ملازمت کرتے تھے۔ایک دِن آپ اپنے والد کے ساتھ مل کر کھیتوں کو پانی لگا رہے تھے کہ ماہم علی سلطان جو کہ علاقہ جھنگ کے ایک ولی کامل بزرگ تھے پاس سے گزرے تو میاں حسن سے حضرت سید راجن شاہ سدھے بھاگ بخاری کا راستہ پوچھا۔میاں حسن انہیں راستہ بتانے کے لیے ان کے ساتھ چل پڑے جب ٹوبھہ کربلا والا کے نزدیک پہنچے تو میاں حسن نے واپسی کی اجازت مانگی۔جیب سے ایک روپیہ نکال کر حضرت ماہم علی سلطان کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا۔حضرت ماہم علی سلطان نے آپ پر توجہ کی اور فرمایا کہ ''واہ میاں حسن ہتھوں ڈیوں تے راستہ ڈسن'' یعنی ایک تو آپ نے راستہ بتایا دوسرے نذرانہ بھی دے رہے تھے۔حضرت ماہم علی سلطان کی توجہ سے آپ کی کایا ہی پلٹ گئی۔آپ نے ملازمت چھوڑ دی اور

حضرت ماہم علی سلطان کی خدمت اقدس میں جھنگ پہنچ گئے اُن کے ہاں رہ کر دینی تعلیم حاصل کی اور سلوک کی راہیں طے کیں۔حضرت ماہم علی سلطان نے آپ کو تھل کے علاقہ میں گھر کے نزدیک رہنے کا حکم دیا۔آپ وہاں سے دینی تبلیغ کے لیے اپنے پیدائشی علاقہ تھل میں واپس آ گئے۔جب آپ واپس آئے تو اس وقت یہاں پر ایک ہندو باہمن رہتا تھا۔ہندو مسلمان سب اُس کے آگے جھکتے تھے اس ہندو باہمن کا نام گاڑھولال تھا۔میاں حسن نے جب دین اسلام کی تبلیغ کی تو گاڑھولعل کو آپ کا رہنا پسند نہ آیا اور آپ کو کہلا بھیجا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔لیکن آپ نے انکار کیا جس پر گاڑھولال نے آپ کو کہا کہ اپنی کوئی کرامت دکھائیں اگر آپ حق پر ہیں لیکن آپ نے کرامت دکھانے سے بھی انکار کیا جس پر گاڑھولال نے ہاتھ میں پکڑی چھڑی کو فضاء میں پھینکا تو وہ چیل بن کر میاں حسن پر حملہ آور ہوئی۔جس پر آپ نے اپنے لوٹے کو فضاء میں اچھال دیا تو لوٹا باز بن کر چیل پر جھپٹا اور اسے زیر کر لیا جس سے گاڑھولال نے وہ جگہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا ساتھ ہی میاں حسن کو بد دعا دی کہ تمہاری بستی میں ہر وقت جھگڑا رہے گا۔میاں حسن نے کہا کہ جہاں تم رہو گے تمہارے گاؤں اور سمادھ میں گیدڑ آوازیں دیں گے۔یہ کہہ کر گاڑھولال وہاں سے چل پڑے اور حضرت راجن شاہ بخاری کی جانب جنوب بسیرا کیا۔علاقہ کے موجودہ نمبردار ملک اللہ ڈیوایا کھوکھر نے مصنف کو بتایا آج بھی دربار کے جھاڑو بردار فقیر اور دوسرے خاندان کے جو لوگ بستی حسن شیر میں رہتے ہیں اُن میں جھگڑا ضرور رہتا ہے ان کا کہنا ہے کہ وہ خود گاڑھولال کے مزار میں دِن کو گیدڑوں کو آوازیں نکالتے دیکھ اور سن چکے ہیں۔حضرت حسن شیر کے دربار پر ہر سال ماہ فروری میں بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔اونٹوں کی خرید وفروخت ہوتی ہے اس میلہ میں افغانستان اور پاکستان کے چاروں صوبوں سے لوگ اونٹوں کی خرید وفرخت کے لیے آتے ہیں۔

حضرت شاہ حسین نوری حضوری

حضرت سید شاہ حسین کا مزار مبارک چک نمبر 113 ٹی ڈی اے موضع اولکھ تھل کلاں

میں واقع ہے۔ آپ اپنے وقت کے نیک بزرگ تھے۔ علاقہ تھل میں تبلیغ دین کے لیے تشریف لائے۔ آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق عام ہے۔ آپ کی اولاد اپنے آپ کو باقری سید لکھتی ہے۔ سید مرید حسین شاہ کے مطابق سید محمد مقصود شاہ کی اولاد فقہ حنفیہ اہل سنت پر قائم ہے۔ جبکہ سید چراغ شاہ صاحب اور سید شاہ محمد شاہ صاحب کی اولاد فقہ اثناء عشری سے متعلق ہے۔ ہر سال ماہ محرم میں یہاں مزار مبارک پر مجلس حسین ہوتی ہے۔ مشہور و معروف ذاکرین اہل بیت یہاں حاضر ہو کر واقعات کربلا اور سیرت حسین بیان کرتے ہیں۔

سید برہان شاہ بخاری

آپ کا مزار مبارک چک نمبر 114 ٹی ڈی اے میں دور ٹہ نہر کے ساتھ واقع جنگلات میں زیر تعمیر ہے۔ 1950ء کے بعد جب یہاں تھل کی آبادکاری شروع ہوئی تو یہاں پر بلڈوزر رک جاتے تھے اور کام نہ کرتے تھے۔ آخر کار یہ جگہ چھوڑ دی گئی۔ لیکن آپ کی قبر مبارک پوشیدہ رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص محمد بخش ونیس کے بیٹے کو سانپ نے کاٹا تو وہ چک نمبر 98/T.D.A کے نذیر احمد کے پاس دم درود کیلئے گئے۔ نذیر احمد صاحب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ نیک بزرگ تھے۔ سانپ کے کاٹے کا دم کرتے تھے اور لوگ شفاء پاتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے علاقہ میں ایک سید کی قبر ہے۔ وہاں سے مٹی لے کر سانپ گزیدہ کو چٹا دیا کریں۔ اللہ کے حکم سے سانپ کا زہر اثر نہ کرے گا۔ جس پر محمد بخش ونیس نے آپ کی نشاندہی کرنے کی درخواست کی تو نذیر احمد صاحب نے تشریف لا کر قبر کی جگہ کی نشاندہی کی۔ تب سے اگر کسی کو سانپ کاٹ لے، دربار کی زیارت کرنے اور خاک چاٹنے سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جنگلات کی جگہ ایک بستی آباد تھی۔ بستی سے ہٹ کر سید برہان شاہ بخاری نے ڈیرہ لگایا اور عبادت میں میں مصروف رہتے۔ جب آپ نے وفات پائی تو بستی والوں نے آپ کو دفن کر دیا۔ لیکن ایک لوہے کا اوزار قبر میں رہ گیا۔ رات کو آپ نے بھٹی خاندان کے فرد کو بشارت دی کہ قبر سے لوہے کا اوزار نکال لیں۔ مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ کئی دن کے غور و فکر کے

بعد قبر کشائی کر کے اوزار نکال لیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کا جسد مبارک ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ زندہ سو رہے ہوں۔ اس وقت غلام رسول ملنگ دربار کا جھاڑو بردار ہے۔

کیلن فقیر

آپ کا مزار موضع شاہ والا علاقہ کوٹ سلطان میں ہے۔ محمد عظیم موہانہ دربار کے متولی ہیں۔

آپ ذات کے موہانہ تھے۔ 10-12 سال کی عمر میں قوم رونگھا کے ایک زمیندار کے پاس ملازم تھے۔ کہتے ہیں کہ بچپن سے ہی آپ مجذوب تھے۔ قوم رونگھا کے ایک زمیندار کے جانوروں کو چراتے تھے۔ ایک دن ایک جگہ پر کنویں کی کھدائی ہو رہی تھی کہ آپ بھی وہاں جا پہنچے۔ آپ منڈیر پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے کہ لوگوں نے کہا کے پیچھے ہٹ جاؤ کہیں کنویں میں ہی نہ گر جاؤ۔ لیکن کیلن فقیر نے توجہ نہ دی۔ جس پر ایک شخص نے آپ کو تھپڑ مار دیا۔ اس وقت آپ پر مجذوبی کیفیت طاری تھی۔ آپ نے تھپڑ مارنے والے کو تو کچھ نہ کہا لیکن کنویں کے اندر کھدائی کرنے والے ٹوبے سے کہا کہ اگر زندگی کا طمع ہے تو باہر آ جاؤ۔ چونکہ لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ کیلن فقیر جو بات منہ سے نکالتا ہے وہ پوری ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ ٹوبہ فوراً باہر آ گیا۔ وہ شخص جونہی کنویں سے باہر آیا کنواں مل گیا۔ کچھ لوگ آپ کو مارنے کیلئے بڑھے تو آپ بھاگ کھڑے ہوئے۔ لوگ جب نزدیک آنے لگے تو آپ نے زمین سے پناہ مانگی۔ زمین پھٹ گئی اور آپ اندر چلے گئے جس کے بعد زمین دوبارہ مل گئی۔ یہ دیکھ کر ان لوگوں نے اس جگہ پر قبر بنا دی۔ لوگ منتیں مانتے ہیں اور وہ پوری ہو جاتی ہی۔ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اپ کی قبر پر حاضر ہو کر جو منت مانی جائے وہ پوری ہو جاتی ہے۔ آپ کی زندہ کرامت موجود ہے کہ دریائے سندھ نے مزار کے چاروں طرف زمین کا کٹاؤ کیا لیکن مزار کی حدود میں کٹاؤ نہ کیا۔ پرانے درختوں کی موجودگی اس کرامت کی زندہ جاوید شہادت ہے۔

میاں دین محمد عرف میاں دینن

روایت کی جاتی ہے کہ خاندان سید سے ان کا تعلق تھا۔ پیدائشی مجذوب تھا۔ جانور چرایا کرتا تھا۔ دعا بددعا ایک تھی۔ جس کو دعا دیتا وہ خوشحال ہو جاتا۔ اللہ اللہ کرتا رہتا۔ کسی سے نہ کچھ مانگتا اور نہ کچھ کھاتا پیتا تھا۔ 14-15 سال کی عمر میں وفات پائی۔ لوگوں نے درختوں کے جھنڈ میں اسی جگہ پر دفن کر دیا۔ حافظ محمد موسیٰ روزانہ قبر پر ختم قرآن پڑھتا تھا۔ لوگ منتیں مانتے ہیں۔ مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ مزار غلام علی قوم بھاء نے بنوایا جبکہ عطاء محمد سکھانی نے دربار کو رنگ و روغن کرایا ہے۔

میاں محرم

میاں محرم کا دربار مبارک موضع خونی کارلواڈہ کھوکھر آباد لیہ دائرہ روڈ پر ریلوے لائن کے ساتھ جانب مشرق واقع ہے۔ آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ ہر وقت اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ دنیاداری آپ نے چھوڑ دی تھی۔ اللہ والے تھے۔ اس وقت خدا بخش قوم جٹ کھوکھر دربار کا متولی ہے۔

حضرت میاں شیخ محمود صاحب

قصبہ پہاڑ پور میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کے مرید باصفاء تھے۔ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ نے آپ کو مرتبہ والایت عنائت فرمایا تھا۔ ایک رات آپ آسمان کی طرف منہ کر کے لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کو آسمان پر گائیں نظر آئیں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ اب نظر آ ہی گئی ہو تو نیچے اتر آؤ۔ آپ کے حکم پر گائیں نیچے اتر آئیں۔ آپ ان آسمانی گائیوں کا دودھ نکالتے اور روزانہ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کے لنگر میں ملتان پہنچاتے۔

آپ کا مزار مبارک پہلے موچیوالا میں تھا لیکن جب دریا میں طغیانی آتی تو آپ کے مزار مبارک کو نقصان پہنچتا بعدازاں دریا کے کٹاؤ کی وجہ سے آپ کا مزار مبارک پہاڑ پور تھل میں منتقل

کرنا پڑا۔ یہاں پر حضرت سید [illegible] صاحب مدفون تھے۔ مزار پر موجود متولی شیخ بشیر احمد کا کہنا ہے کہ تقریباً تین سو سال قبل منتقل کیا گیا۔ حضرت شیخ محمود صاحب ذات کے وہوچہ تھے لیکن علمی بزرگی کے باعث آپ کا لقب شیخ معروف ہوا۔

شاہ تیوناں صاحب

آپ کا تعلق قریشی خاندان سے ہے علاقہ تونسہ شریف کے رہنے والے تھے۔ گرمانی خاندان جب کوٹ سلطان میں منتقل ہوا۔ تو وہ اپنے پیر کو بھی یہاں ساتھ لے آئے۔ آپ کا اصل نام اسداللہ تھا۔ لیکن شاہ تیوناں کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کو لوڑھے والا فقیر بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی کہ آپ کی حدود سے کسی کو جرأت نہ تھی کہ کوئی چیز چوری کر کے لے جائے۔ آپ کے خاندان سے کوٹ سلطان میں عبدالرشید قریشی دوکانداری کرتے ہیں۔ شاہ تیوناں صاحب کا مزار کوٹ سلطان میں حضرت شیخ قل احمد نوری حضوری کے قبرستان سے ملحق ہے۔

حضرت میاں بہادر

میاں بہادر صاحب مجذوب فقیر تھے۔ روایت کے مطابق آج سے تقریباً ایک سو سال قبل ایک ہندو تاراچند کے ساتھ علاقہ سندھ سے تشریف لائے۔ دونوں فقیر لوگ تھے۔ جتنا عرصہ زندہ رہے کبھی کسی سے کچھ نہ مانگا اور نہ لوگوں نے دونوں کو کبھی کچھ کھاتے ہوئے دیکھا۔ دونوں الگ الگ مذاہب پر عمل پیرا ہونے کے باوجود پیار و محبت سے رہتے تھے۔ تاراچند نے جانب مغرب ایک مندر بنا رکھا تھا وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرتا جبکہ میاں بہادر صاحب دین اسلام کے مطابق عبادت میں مصروف رہتے۔ لوگوں سے میل جول کم تھا۔ جب وفات پائی تو علاقہ کے لوگوں نے مقام عبادت پر دفن کر دیا۔ رات کے وقت یہاں سے کوئی نہ گزر سکتا تھا۔ یہاں پر ایک سانپ رہتا تھا۔ لوگوں کو کچھ نہ کہتا۔ لوگ آتے دربار کے ساتھ دودھ وغیرہ رکھ جاتے۔ سانپ آ کر پی جاتا تھا۔ علاقہ میں کسی کو جرأت نہ تھی کہ کوئی چوری کر سکے۔ محمود کمہار لاولد تھا۔ دربار پر

حاضر ہو کر اولاد نرینہ کیلئے دعا مانگی۔ اللہ نے اسے اولاد نرینہ عطا فرمائی۔ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ تھے۔ ہر سال 25 دسمبر کو عرس ہوتا ہے۔ قوالی ہوتی ہے۔

بیٹھک حضرت خالق ولی

موضع سرشتہ تھل کوٹ سلطان میں ٹیلہ پر جال کا ایک درخت ہے۔ اس درخت کے نیچے حضرت خالق ولی نے عبادت کی تھی۔ حضرت خالق ولی کا مزار مبارک بند بوسن ملتان میں ہے۔ حاجی محمد بخش نے بتایا کہ لوگ اس جگہ آتے ہیں اور خیراتیں کرتے ہیں۔

جن خواتین کے بچے پیٹ میں سوکھ جاتے ہیں وہ یہاں پر آ کر جال کے درخت کے نیچے سے گزرتی ہیں تو وہ ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ یا پھر بغیر تکلیف کے اخراج ہو جاتا ہے۔

حضرت میراں شاہ حسین

میراں شاہ حسین کا مزار موضع احمد یار رڈ کوٹ سلطان میں ہے۔ آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ یہاں علاقہ تھل کے عوام کی ہدایت کیلئے تشریف لائے۔ مزار پر ایک پتھر ہے جس آیات مبارکہ لکھی ہوئی ہیں۔ جن لوگوں کی تلی بڑھ جائے، پیٹ پھول جائے یا جلندھر کی تکلیف ہو مطلوبہ مقام پر رگڑیں ٹھیک ہو جاتا ہے۔ جانوروں میں منہ کھر کی بیماری آئے تو خاک پانی میں ملا کر جانوروں پر چھڑ دے دیا جائے تو بیماری سے آرام آ جاتا ہے۔ لوگوں کے پاس دودھ دینے والا جانور نہ ہو تو وہ دودھ والے جانور کیلئے دعا مانگتے ہیں اور جب وہ جانور خرید لیتے ہیں تو ٹلی (گھنٹی) مزار پر بطور منت رکھتے ہیں۔

حضرت محمد حاجی

پیر محمد حاجی کا مزار موضع سرشتہ تھل چک نمبر 160-A/TDA میں ہے۔ آپ حضرت عبدالوہاب دائرہ دین پناہ کے ہم عصر تھے۔ حضرت عبدالوہاب دین پناہ کے ساتھ حج پر گئے۔ مدینہ منورہ سے واپسی پر آپ دو پتھر اٹھا کر لائے جن میں سے روایت کے مطابق ایک پر حضرت

محمد مصطفی ﷺ کا قدم مبارک کا نشان جبکہ دوسرے پر حضرت علی کے گھوڑے کے سم کا نشان ہے۔ راستے میں آپ پتھروں کو اٹھائے ہوئے تھک گئے تو دونوں کو سمندر میں پھینک دیا۔ حج سے واپسی پر آپ کچھ عرصہ زندہ رہے۔ لوگوں میں تبلیغ و تلقین کا سلسلہ جاری رکھا۔ بعد از وفات آپ نے بشارت دی کہ کنواں کھودو۔ جب کنواں کھودا گیا تو وہ دونوں پتھر جو کہ آپ نے سمندر میں پھینکے تھے، کنویں میں سے برآمد ہو گئے۔ یہ دونوں پتھر آج بھی آپ کی اولاد کے پاس بحفاظت موجود ہیں۔

پیر محمد حاجی کی بشارت پر جو کنواں کھودا گیا تھا لوگ اس کے پانی کو شرک اور بیماریوں سے شفایابی کا سبب جانتے ہیں۔ ہر سال حج کے موقع پر سینکڑوں لوگ اس کنویں کے پانی سے غسل کرنا باعث ثواب سمجھتے تھے۔ بعد ازاں کنواں بند ہو گیا تو یہاں ٹیوب ویل لگایا گیا۔ جب بور کیا جا رہا تھا تو پھر دوبارہ پہلے کی طرح کے پتھر برآمد ہوئے۔ اور ایک پوٹلی میں بال باندھے ہوئے تھے وہ بھی برآمد ہوئے۔ ان بالوں سے خوشبو آتی تھی۔ اب بھی ہر سال ہزاروں لوگ حج کے دن اس ٹیوب ویل کے پانی سے غسل کرتے ہیں۔ غلام مصطفیٰ قریشی ہاشمی آپ کے دربار کے متولی ہیں۔ آپ کے خاندان سے مخدوم شمس الدین اور مخدوم محب علی بھی صاحب تاثیر بزرگ تھے۔

حضرتؒ قادر شیر کاظمیؒ

آپ کا اصل نام تو محیی الدین تھا لیکن حضرت قادر شیر کے نام سے معروف ہوئے۔ والد محترم کا نام حضرت سید احمد معشوق اللہ تھا۔ اسی وجہ سے آپ کی اولاد معشوق پوترہ کہلاتی ہے۔ حضرت قادر شیر کا مزار قصبہ شاہ پور سادات میں واقع ہے۔

قادر شیر کا لقب آپ کو حضرت سید محمد راجن بخاری سدا بھاگ نے عطا کیا۔ روایت ہے کہ حضرت راجن شاہ بخاری قصبہ راجن شاہ میں متوطن تھے۔ بہت سے مقامی قبائل آپ کے حلقہ عقیدت میں شامل تھے۔ ان میں سے ایک خاندان سامٹیہ جو کہ آج بھی ایک نامور کردہ خاندان ہے۔ سامٹیہ خاندان کی ایک عورت جس کی عمر ڈھل چکی تھی وہ اولاد سے بہرہ ور نہ ہوئی تھی۔ اس کی

گود خالی تھی۔ ایک دن وہ حضرت علی راجن کیلئے دودھ لے کر جارہی تھی کہ راستہ میں ایک درخت کے نیچے حضرت محی الدین کاظمی اور چند ہمراہیوں نے ڈیرہ لگارکھا تھا۔ وہ پاس سے گزری تو آپ نے فرمایا۔

''بی بی کیا لئے جارہی ہو؟''

عورت بولی ''اپنے مرشد کیلئے دودھ لے کر جارہی ہوں۔''

آپ نے فرمایا'' دودھ ہمیں پلادو، اللہ تمہاری امید برلائے گا۔''

لیکن عورت مذکورہ خاموشی سے آگے بڑھ گئی۔ مرشد کی خدمت میں دودھ پیش کیا اور جب حضرت علی راجن نے ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو دودھ کی بجائے خون تھا۔ حضرت علی راجن نے خاتون سے مخاطب کر کے کہا'' راستے میں جس مرد درویش نے تجھ سے دودھ طلب کیا تھا، یہ دودھ اس کی خدمت میں جا کر پیش کردے۔ تیری آس اس بزرگ کی دعا سے پوری ہو جائے گی''۔

خاتون دودھ لے کر واپس حضرت محی الدین کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دودھ پیش کردیا۔ آپ نے برتن سے ڈھکنا ہٹا کر شہادت کی انگلی دودھ میں ڈبودی۔ انگلی ڈبوتے ہی خون دودھ بن گیا۔ وہ دودھ آپ نے پیا اور ساتھیوں کو بھی پلایا۔ جب دودھ پی چکے تو حضرت سید محمد راجن شاہ دور گھوڑے پر سوار آتے دکھائی دیے۔ اس وقت آپ مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے اور تسبیح آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ حضرت محمد راجن کے استقبال کیلئے اٹھے تو مصلے نے شیر اور تسبیح نے سانپ کا روپ اختیار کرلیا۔ دونوں درویش باہم ملے۔ علی راجن نے فرمایا'' بھائی آپ تو قادر شیر (شیر کو قابو کرنے والے) ہیں۔''

حضرت قادر شیر نے فرمایا'' آپ بھی تو سدا بھاگ ہیں۔''

اس دن سے حضرت محی الدین کا نام قادر شیر اور حضرت محمد راجن کا نام سدا بھاگ مشہور و معروف ہوگیا۔

وہ خاتون ابھی تک یہیں موجود تھی۔ حضرت محمد راجن نے اسے بلایا اور فرمایا کہ آج سے

تیرا مرشد قادر شیر ہے۔ اور انشاء اللہ تیرا گوہر مقصود بھی انہی کی دعاؤں سے ملے گا۔

آپ نے اس خاتون کیلئے رب العزت کی درگاہ میں دعا فرمائی۔ اور وہ اولاد کی نعمت سے مالا مال ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ موجودہ سامٹیہ قوم اسی خاتون سے ہے۔

حضرت محی الدین المعروف قادر شیر کی ابتدائی زندگی ابھی پردہ اخفاء میں ہے لیکن روایت ملتی ہے کہ آپ کی پیدائش قندھار میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور تبلیغ دین کیلئے علاقہ بلوچستان میں تشریف لائے۔ یہاں آپ کے ہاتھ پر اقوام لغاری، شاہلزئی، جمالی، امدانی، چھلگری، دشتی اور رند بلوچوں نے بیعت فرمائی۔ کچھ عرصہ بلوچستان کے بعد علاقہ ہائے سندھ میں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے کوششیں کیں۔ پھر ڈیرہ غازیخان تشریف لائے۔ کچھ عرصہ ڈیرہ غازیخان کے علاقوں میں اشاعت اسلام کے سلسلے میں سرگرداں رہے۔ بعد میں سرزمین لیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ اپنے مریدین کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے پر پہنچے تو کشتی والے نے آپ کو دریا پار کرانے سے انکار کردیا۔ اللہ کا نام لے کر دریا میں پاؤں ڈالا تو قدرت خداوندی سے دریا پایاب ہوگیا۔ اور یوں آپ نے دریا پار کر کے موجودہ قصبہ شاہ پور میں ڈیرہ لگایا۔ طاہر خان جمالی، میاں لعل، میاں یارو چوغطہ فقیر آپ کے ہمراہ آئے تھے۔

حضرت قادر شیر حافظِ قرآن تھے۔ وہ روزانہ بلاناغہ قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تدریس قرآن اور دوسرے علوم کی تعلیم کیلئے یہاں مدرسہ قائم کیا تھا۔ کیونکہ مزار کے اندر آپ کی قبر کے دائیں بائیں ۱۸ حفاظ قرآن کی قبریں موجود ہیں۔ نو حفاظ کی قبریں دائیں طرف اور نو کی بائیں طرف ہیں۔

آپ کا مزار پہلے خام تھا۔ لیکن اب آپ کی قبر اور چاردیواری پختہ بنوائی گئی ہے۔ دربار کا تہائی حصہ کیلئے رقم سردار میر چھتہ خان جمالی (شاہلزئی) آف نصیرآباد نے فراہم کی تھی۔ جب کہ جنوبی حصہ کا دروازہ سردار اللہ بخش لغاری سرائی شہزادکوٹ سندھ نے تعمیر کرایا۔

حضرت قادر شیر کے کشف و کرامات کی روایات و واقعات تو بہت ملتے ہیں لیکن ایک کرامت آج بھی ظہور میں آتی رہتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کی اولاد میں سے جب کبھی کوئی فوتگی ہوتی ہے تو قبر تعویز میں دراڑ پڑ جاتی ہے جو کہ سوئم کے بعد خود بخود ہی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ داخلے کے دروازے پر دو مینار بنے ہوئے ہیں۔ ایک مینار دروازے کے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف ہر مینار میں ایک ایک دیا رکھا ہوا ہے۔ جب بھی قادر شیر کے خاندان میں موت ہوئی ہے تو تین دن تک دیا خود بخود بجھ جاتا ہے۔ خواہ کتنی بار جلایا جائے۔ لیکن عام حالات میں طوفان ہو، بادوباراں چلے لیکن یہ دیے جلتے ہی رہتے ہیں۔

حضرت قادر شیر کی اولاد میں بھی بہت نے صاحب کرامات و صاحب کشف بزرگ گزرے جن کی تبلیغ اسلام میں خدمات بہت زیادہ ہیں۔

آپ کے خاندان میں ایسی شخصیات پیدا ہوئیں کہ ان کے روحانی تصرفات علمی کمالات اور اسلامی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کی نسل ان کے متعلق بہت کم جانتی ہے۔ مثلاً امام علی شاہ جو کہ انیس پنجاب کے نام سے مشہور تھے۔ غلام حیدر شاہ بے کس، مہر دریا شاہ وارث، محمد شاہ اور دکن شاہ وغیرہ۔

حضرت قادر شیر کا خاندان شاہ پور میں آباد ہے اور وسیع جائیداد کا مالک ہے۔ سید غلام حسین عرف چینو شاہ، سید محمد ابراہیم شاہ، سید اللہ بخش شاہ، سید ناظم حسین شاہ، سید امیر حسین شاہ ایڈووکیٹ، پروفیسر ثقلین کاظمی اور پیر سید علی شاہ ممبر ضلع کونسل کے نام گرامی قابلِ قدر ہیں۔

حضرت قادر شیر کی خدمت میں مہر دریا شاہ نے ایک قصیدہ لکھا تھا۔ جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

واقف راز رموزِ ربانی واقع شور شر ردا   عالی عظمت عزت محنت صاحب شان قدر ردا

واہ کاشف اسرار حقانی قاطع ظلم کفر دا   مرد جلی معلوک معلی مالک فلک فقر دا

☆☆☆

حضرت شیخ قل احمد نوری حضوریؒ صاحب

آپ کا مزار مبارک قصبہ کوٹ سلطان ضلع لیہ میں زیارت گاہ خلائق عام ہے۔ بیٹ گھالی کے رہنے والے تھے۔ حضرت شیخ بہاؤ الحق ملتانیؒ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔ حضرت غوث بہاؤ الحق ملتانی کے فیضان نظر سے تھوڑی مدت میں منازل سلوک باطنی طے کر لئے۔ مرشد سے خرقہ خلافت پا کر سلسلہ سہروردی کو آگے پھیلانے میں مگن ہو گئے۔

ذریعہ معاش مویشی پال کر پیدا کرتے، روایت ہے کہ زور آور جسیم اور قد آور شخصیت کے مالک تھے۔ کوٹ سلطان سے ملتان ۶۰ میل کا سفر بنتا ہے۔ آپ روزانہ اپنی گائیوں اور بھینسوں کا دودھ اپنے مرشد پاک حضرت بہاؤ الحق ملتانیؒ کی خدمت میں ملتان پہنچاتے اور پھر واپس کوٹ سلطان آ جاتے۔ یوں اپ روزانہ ۱۲۰ میل کا سفر پیدل طے کرتے۔

گو کہ آپ ولایت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے اور کشف کرامات پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ لیکن آپ ناموری سے دور بھاگتے تھے۔ وعظ و تلقین کے ذریعے سے مسلمانوں کے عقائد درست کرنے کی کوشش فرماتے۔ اپنے حسن سلوک، اخلاق و محبت اور رواداری کے باعث ہزارہا ہندوؤں کو دین اسلام سے مشرف فرمایا۔ آپ نے لمبی عمر پائی اور حضرت شاہ رکن عالم ملتانیؒ کے دورِ خلافت میں اس جہان فانی سے جہان حقیقی کی طرف کوچ فرمایا۔

آپ کا مزار مبارک خام مٹی سے بنا ہوا ہے۔ معتقدین نے کوشش کی کہ پختہ مزار بنایا جائے۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ جام غلام محمد صاحب اور کریم بخش صاحب نے پختہ مزار بنانے کی کوشش کی اور اس مقصد کیلئے کھدائی کرائی تا کہ مزار مبارک کا مٹی کی تہہ میں دبا ہوا حصہ ظاہر ہو گیا۔ لیکن مستری اور ہر دو صاحبان بیمار ہو گئے۔ مزار مبارک کی تعمیر کے لئے جو بھی کوشش کرتا ہے وہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مزار کو پختہ بنانے کی اجازت نہیں ملتی۔

آپ سے ایک کرامت روایت کی جاتی ہے کہ ایک بار کسی بادشاہ کی فوج نے کوٹ سلطان میں ٹھہراؤ کیا۔ سپاہیوں نے ایک عورت اغواء کر لی۔ دوسرے دن جب کوچ کا حکم ملا تو تمام فوج

بمع سالار اندھے ہو گئے۔ سالار نے تمام فوج کو رکنے کا حکم دیا تو پھر نظر صحیح کام کرنے لگی۔ لیکن جونہی وہ کوچ کا ارادہ کرتے تو اندھے ہو جاتے۔

تحقیق کی گئی تو عورت کے اغواء کی حقیقت معلوم ہوئی۔ سپہ سالار نے عورت برآمد کر کے اس کے خاندان والوں کو واپس کر دی۔ مزار پر حاضر ہو کر معافی مانگی تب جا کے کہیں فوج وہاں سے روانہ ہو سکی۔ اس لئے آج بھی جو لوگ دربار پر حاضری دیتے ہیں تو دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں کہ یا حضرت شیخ قل احمد نوری حضوری! جس طرح آپ نے سوا لاکھ فوجیوں سے باز وخلاصی کرایا (عورت کو رہائی دلوائی) اسی طرح ہمیں بھی مشکلات سے نجات دلانے میں مدد فرما۔

یہاں لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں تو لوگ بھی جوق در جوق مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ۱۸۔۱۹۔۲۰ ہاڑ بمطابق ۲۔۳۔۴ جولائی کو پوری عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔

حضرت حافظ حسن علی گیلانیؒ

از روئے قلم: صاحبزادہ مسعود الحسن گیلانی حسنی

مولانا و مرشدنا و شیخنا حضرت پیر حافظ حسن علی گیلانی چشتی حیدری کا مزار پر انوار لیہ چوک اعظم روڈ پر گیلانی منزل میں مرجع خلائق عام ہے۔ حضرت پیر حافظ حسن علی صاحب کے بزرگان عظام آسمان روحانیت پر آفتاب بن کر چمکے جن کی شمع ہدایت سے گمراہ تیرائے دل منور ہوئے۔ حضرت صاحب کا سلسلہ نسب ۲۵ واسطوں سے پیرانِ پیر دستگیر غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ سے ملتا ہے۔ مرشدنا حضرت حافظ حسن علی کے آباؤ اجداد جبی شریف ضلع خوشاب میں متوطن تھے۔ آپ کی پیدائش مبارک حضرت سید ولایت علی شاہ صاحب چشتی سلیمانی کے ہاں جبی شریف میں یک شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ کو ہوئی۔ جبی شریف میں پرورش پا کر کامل اساتذہ کی نگرانی اور اپنے دادا محترم عظیم روحانی پیشوا تھے۔ آپ کو اجازت سلسلہ اور خرقہ خلافت اپنے دادا پاک حضرت پیر سید حیدر علی شاہ صاحب گیلانی چشتی سلیمانی سے عنائت ہوئی۔

آپ اس پرشور دنیاوی زندگی سے کنارہ کش ہو کر ہر وقت عبادت خداوندی میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ شہر کی پرشور زندگی سے تنگ آ کر آپ نے شہر کی پرشور زندگی سے تنگ آ کر آپ۔ نے شہر سے باہر جنگل میں ڈیرہ لگایا۔ اس جگہ آپ کا ڈیرہ لگانا بھی قدرت کی طرف سے شاید آپ ہی کیلئے مخصوص کر دیا گیا تھا کیونکہ میاں غلام محمد صاحب جو کہ ایک عالم باعمل اور متقی بزرگ ہے۔ اکثر فرماتے تھے کہ جب ہم کبھی موجودہ گیلانی منزل کی طرف سے گزرتے تھے تو کوئی نادیدہ طاقت ہمیں اس جگہ کے ادب اور تقدس کو برقرار رکھنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ اور جب ہم یہاں سے گزرتے تو جوتے اتار کر گزرتے تھے۔ ویسے بھی جہاں آج کل حضرت صاحب کا مزار مبارک ہے اس کے ساتھ والے ٹیلے پر لوگ پرانے وقتوں میں آ کر اکثر خیرات پکوا کر تقسیم کرتے۔ منتیں مانی جاتی تھیں۔ مرادیں پوری بھی ہوتی تھیں۔ حضرت صاحب گیلانی منزل میں زیب آرائے آستان ہوئے تو زیادہ تر وقت عبادت الٰہی میں گزارتے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک اچھی خاصی پر رونق آبادی بن گئی۔ آپ نے یہاں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی اور طالبانِ حق و تشنگانِ علم کی ظاہری و باطنی تربیت کرنے لگے اور اپنے مریدین کو تلقین فرماتے کہ ہمیشہ رزق حلال کھائیں اور سچ کا دامن کسی بھی صورت میں نہ چھوڑیں۔ آپ اکثر فرماتے کہ طالب صادق کو قرب خدا حاصل کرنے کیلئے اکل حلال اور صدقِ فعال پر نہایت مضبوطی سے کاربند رہنا ضروری ہے۔ بصورت دیگر عبادات اور ذکر و فکر کچھ اثر انداز نہ ہوں گے۔ طالب خدا کو چاہیے کہ جب کھائے تو پیٹ بھر کر نہ کھائے۔ بلکہ کھانے پینے کا مقصد حصولِ قوت عبادت الٰہی ہونا چاہیے۔ زندگی بھر سیر ہو کر نہ کھانا پینا اور نفس کو نفسانی خواہشات سے روکنا باطنی روزہ کہلاتا ہے۔ طالبان کو چاہیے کہ اپنے باپ دادا کے علم اور عمل اور ذات پر مغرور نہ ہو اور اپنی ہستی کو مٹا دے۔ معاہدہ کرے اور بری عادتوں کو خوشی سے چھوڑ دے۔ ظاہری عمل پر فخر نہ کرے۔ باطنی عمل کو ظاہر نہ کرے اور غیر خدا کی یاد دل سے مٹا دے کہ آپ تمام زندگی اسوہ رسول ﷺ کے مطابق گزری دنیا اور دنیاداروں سے آپ کو محبت نہ تھی۔

آپ کی کرامات عرف عام ہیں۔ حضرت صاحب کی زندگی لوگوں میں اصلاح نفس اور عقائد باطلہ کی درستی کرنے میں گزری۔ آپ کی حیات مبارک میں بہت سی کرامات، مکاشفات اور خوارقِ عادات ظہور میں آئیں۔ لیکن یہاں صرف چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حاجی فقیر احمد کھوکھر بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھر کی دیوار گر گئی۔ ہم جب وہاں پہنچے تو ہمارے دل میں گمان بھی نہ تھا۔ کہ دیوار کے نیچے کوئی بچہ ہو سکتا ہے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہو گئے کہ اتنے میں دیوار کے نیچے سے آواز آئی۔ بابا! بابا! ہم نے جب اینٹیں ہٹائیں تو نیچے سے میری ۷ سالہ بچی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہم بہت حیران ہوئے کہ دیوار کے نیچے آنے کے باوجود بچی کیسے بچ گئی۔ جب ہم نے بچی سے پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ ابو وہ ہمارے پیر صاحب میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے مجھ پر دیوار نہیں آنے دی۔ اور انہوں نے مجھے کہا کہ اپنے ابو کو بلاؤ۔

قاضی خدا بخش چاہ کوٹھے والا ضلع لیہ بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ ہم بمع اہل و عیال ملتان بغرض زیارت حضرت غوث العالم بہاؤالدین زکریاؒ کے دربار عالیہ پر گئے ہوئے تھے۔ واپسی سے قبل خواتین اور بچوں کو حسین آگاہی کے ساتھ ایک مسجد میں بٹھا کر خود بازار چلے گئے۔ بازار سے واپس آئے تو پتہ چلا کہ قادر بخش کا لڑکا رشید احمد جس کی عمر ۵۔۶ سال تھی۔ مسجد سے باہر چلا گیا۔ کافی تلاش کیا نہ ملا۔ مسجد میں سپیکر پر اعلان کرایا گیا۔ کافی تلاش کیا نہ ملا پھر ایک گلی سے بچہ مسجد کی طرف آتا دکھائی دیا۔ اسے ساتھ لیا اور پوچھا کہ کہاں چلا گیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں مسجد سے باہر گیا تو مجھے آپ لوگ نہ ملتے تھے۔ میں رونے لگا کہ اتنے میں ہمارے پیر صاحب (حضرت حسن علی) میرا ہاتھ پکڑ کر اس طرف لے آئے اور وہ ابھی میرے ساتھ تھے۔ آپ کو دیکھ کر کہیں چلے گئے۔

حضرت کا وصال ۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲۔ جنوری ۱۹۸۳ء کو ہوا۔ آپ کی اس یاد میں ہر سال ۲۶ ربیع الاول عرس مبارک منایا جاتا ہے۔ قوالی ہوتی ہے اور لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔

مزارات شہیداں

ضلع بھر میں جگہ جگہ شہداء کرام کے مزارات قائم ہیں۔ صاحب مزار ہر شہید کے بارے میں یہ روایت کی جاتی ہے کہ کافروں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے عام روایت یہ پائی جاتی ہے یہ شہداء شہید ہونے کے باوجود ایک ہاتھ پر اپنا سر رکھے اور دوسرے ہاتھ سے تلوار تھامے کفار سے جنگ کرتے رہے اور جب کفار بھاگ گئے تو جس جگہ تھے وہیں زمین میں دفن ہو گئے۔

موضع سوہیہ میں تقریباً 23 شہداء کی قبریں ہیں اسی طرح مالدہ شہید، یوسف شہید چک 128، کھبہ شہید چک 135، مسو شہید، حسو شہید، فتو (فتح محمد) شہید کے مزارات قائم ہیں میری رائے کے مطابق یہ ان شہداء کی قبریں ہیں جو کہ رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں سکھوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے چونکہ سکھوں نے جب بھی لیہ مظفر گڑھ اور بھکر کے علاقوں میں حملہ کیا۔ لوٹ مار اور قتل و غارت کی انتہا کر دی یہ لوگ جب بھی حملہ آور ہوئے اناج، جانور لوٹ کر قبضہ میں لے لیتے سکھ گردی کی مکمل تفصیل میری کتاب ''تاریخ لیہ'' میں موجود ہے۔

حضرت مٹکن سلطان

مٹکن سلطان کا دربار چک 395 میں ہے روایت ہے کہ دریائے سندھ نے جب کروڑ لعل عیسن کا کٹاؤ شروع کیا تو آپ کروڑ لعل عیسن تشریف لائے اور دریا کو پیچھے ہٹ جانے کو کہا لیکن کٹاؤ کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ جلال میں آ گئے اور حکم دیا کہ پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ کوزے میں بند کر دوں گا۔ دریا پیچھے ہٹ گیا اب 7 میل مغرب کی طرف بہہ رہا ہے۔

یہ کہہ کر آپ جنڈ کے درخت پر سوار ہو کر واپس دلی روانہ ہوئے لیکن راستہ میں چوکی ڈولو کے نزدیک ٹھہر گئے۔ یہاں قوم ڈولو کی آبادی ہے۔ یہاں رہ کر باقی زندگی عبادت اور تلقین و تبلیغ میں گزار دی۔

حضرت غریب شاہ

آپ کا مزار لدھانہ قصبہ کے نزدیک ہے روایت ہے کہ سیلانی سید فقیر تھے۔ اطراف

بہاولپور سے تشریف لائے تھے ہروقت جال کے درخت کے نیچے عبادت میں مصروف رہتے تھے

سید چراغ شاہ بخاری

چوبارہ نواں کوٹ روڈ پر آپ کا مزار پتی درگاہی موضع چوبارہ میں واقع ہے۔ آپ بخاری سید تھے۔ حضرت جلال الدین بخاری کے خاندان سے تھے۔

روایت ہے کہ آپ پانچ بھائی تھے دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی اپنا وقت یاد اللہ میں گزارتے آپ کے باقی چار بھائی شاہ غریب، شاہ حسین، معصوم شاہ اور مبارک شاہ کے مزارات بھی تحصیل چوبارہ میں واقع ہیں۔

حضرت محمد لطیف

آپ کا مزار اقدس ڈاکخانہ صدر کے شمال کی طرف ہے۔

حضرت حافظ مسلم ـ حضرت حافظ محمد سانولہ ـ حضرت حافظ محمد مکرم

آپکا شمار عظیم حافظ اساتذہ اور علماء میں ہوتا تھا۔ دینی تعلیمات کو عام کرنے میں آپ کا سب سے زیادہ حصہ ہے۔ تینوں بزرگوں کے مزارات مسجد حافظ پکھی والی کے ساتھ ایک چار دیواری کے اندر ہیں۔

حضرت فتح شیرؒ

آپکے متعلق روایت کی جاتی ہے کہ آپ پیران چھتر کی اولاد سے ہیں مجذوب بزرگ تھے۔ مزار مبارک کے پاس درختان بہت ہیں۔ حدود مزار سے باہر کوئی شخص کوئی چیز لے کر نہیں جا سکتا۔ بہت سی اقوام خاص کر علیانی آپ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ مزار علاقہ نشیب میں ہے۔ آپ کی حدود میں چوری نہیں ہو سکتی۔

حضرت بابا عظمت

آپ کی قبر مبارک مسجد چاہ ولی داد کے سامنے ہے۔ لوگوں نے مزار بنانا چاہا لیکن آپ نے بشارت کے ذریعہ سے روک دیا۔ پہلے وقتوں میں جب گرمی پڑتی اور لوگ بارش کے دعا مانگتے

تو آپ کے مزار پر حاضر ہو کر قبر کو پانی سے غسل دیتے تو بارش شروع ہو جاتی۔

حضرت محمد یعقوب کھگہؒ

آپ کا مزار مبارک عید گاہ روڈ پر مرجع خلائق ہے۔ آپکے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اطراف بہاولپور کی طرف سے آ کر مغلیہ حکومت کے دور زوال میں لیہ تشریف لائے۔ متقی، پرہیز گار اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ لیہ کی بہت سی اقوام آپ سے عقیدت رکھتی ہیں

حضرت مولانا زندہ علیؒ

حضرت مولانا زندہ علی صاحب کا شمار نہایت متقی۔ پرہیز گار اور بزرگ علماء میں ہوتا تھا۔ آپ نے ہزارہا لوگوں کو قرآنی تعلیمات سے بہرہ ور کیا لدھانہ میں درس و تدریس کرتے تھے۔ آپ کی تاریخ وفات ۱۳۰۸ھ ہے جو کہ ایک پتھر پر کندہ ہے۔

حضرت عاشق علی سلطان

آپکا مزار مبارک چونگی نمبر ۳ کے ساتھ واقع ہے۔

کھبہ شہید، مالا شہید، مسو شہید

یہ تینوں بزرگ بھائی تھے ان بزرگان کرام کے بارے روایت کی جاتی ہے کہ آپ کفار سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو آپ سر کے بغیر کفار سے لڑتے رہے کیونکہ آپ کے سر میدان جنگ میں لڑتے ہوئے تن سے جدا ہو گئے تھے۔ یہ دیکھ کر کفار بھاگ کھڑے ہوئے جب کفار بھاگ گئے اور تینوں کے مدمقابل کوئی نہ رہا تو یہ جہاں جہاں موجود تھے وہیں زمین ان کے لئے شق ہوتی گئی اور آپ زمین میں سما گئے۔

کھبہ شہیدؒ اور مالا شہیدؒ کے مزارات چک نمبر ۱۳۵/ٹی ڈی اے میں ہیں جبکہ مسو شہیدؒ کا مزار مبارک چک نمبر ۱۳۷/ٹی ڈی اے میں ہے۔

تینوں بھائیوں کے مزارات میں نصف نصف میل کا فاصلہ ہے۔

حضرت شیخ کرموںؒ

آپکا مزار چک ۱۱۹/ٹی ڈی اے میں ہے۔آپ کے متعلق روایت کی جاتی ہے کہ گلہ بانی کرتے تھے اور نہایت عابد و زاہد بزرگ تھے۔لیکن لوگوں کی نگاہوں سے اپنی عبادت کو چھپا کر رکھتے۔ایک دفعہ رات کے وقت زبردست طوفان بادوباراں اور ژالہ باری برپا ہوا۔بھیڑوں اور بکریوں کے ریوڑ کے ریوڑ ختم ہو گئے۔لیکن آپ اس وقت عبادت خداوندی میں اس قدر منہمک تھے کہ آپ کو احساس بھی نہ ہوا۔صبح کے وقت جب دوسرے لوگ آپ کے ریوڑ کے پاس آئے تو حیران رہ گئے کہ جس جگہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور جہاں آپ کی بھیڑیں تھیں اور وہ جگہ بارش اور ژالہ باری سے محفوظ تھی۔آپکی بھیڑیں مزے سے بیٹھی تھیں اور آپ حالت مراقبہ میں تھے۔لوگ آپکی یہ کرامت دیکھ کر بہت معتقد ہوئے۔لیکن آپ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔کیونکہ آپ کے روحانی کمالات میں سے ایک کمال ظاہر ہو چکا تھا۔اور آپ لوگوں پر ظاہر نہیں ہونا چاہتے تھے لوگ بھی آپکے پیچھے آپکو پانے کیلئے بھاگنے لگے۔یہاں پر پہلے ہی ایک سید کی قبر تھی۔شیخ کرموں نے لوگوں سے بچنے کیلئے زمین سے امان طلب کی۔تو زمین پھٹ گئی اور آپ زمین میں زندہ دفن ہو گئے۔لوگوں نے اس جگہ آپ کی قبر اور پھر مزار مبارک بنا دیا۔

سید جہان شاہ بخاریؒ

جہان شاہ بخاریؒ کا مزار نہر کالونی لیہ کے جنوب کی طرف واقع ہے آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ صاحب جلال بزرگ تھے علاقہ بہاولپور سے یہاں تشریف لائے۔

روایت کی جاتی ہے اور اس روایت کی تصدیق ۸۰/۱۸۷۸ کے ریکارڈ بندوبست سے بھی ہوتی ہے کہ سید جہان شاہ بخاریؒ علاقہ بہاولپور سے لیہ میں ۱۷۷۰ء اور ۱۷۷۹ء کے دوران آئے۔آج کل جہاں آپ کا مزار ہے آپ نے اس جگہ کو غیر آباد دیکھ کر ڈیرہ لگایا آپ کے ساتھ آپ کا ہمشیرہ زادہ سید مرید حیدر شاہ بھی آیا۔

جب آپ کی بزرگی اور فقیری کا چرچا دور دور تک ہوا تو بہت سی اقوام کے لوگ آپ

کے معتقد ہو گئے حسن خان لسکرانی جو کہ اس وقت منکیرہ کے جسکانی بلوچ حکمران کی طرف سے لیہ کا صوبہ دار تھا سید جہان شاہ بخاری کا نہایت معتقد تھا اس نے آپ کو کچھ رقبہ برائے آبادکاری دیا اور ایک کنواں اپنی لاگت سے بنوا دیا اور اسی کنویں سے سیراب ہونے والی زمین اور پیدا ہونے والی فصل پر لگان بھی معاف تھا چونکہ سید جہان شاہؒ نے شادی نہ کی تھی اس لئے جب آپ نے وفات پائی تو سید مرید شاہ جو کہ آپ کا بھانجا تھا اس کنویں اور زمین کا مالک بنا۔اسی نے آپ کو قبر پر پختہ مزار تعمیر کروایا اور خود اس کا مجاور بن گیا۔

مائی جیونؒ

قصبہ جمن شاہ لیہ سے مغرب کی طرف نالہ کے کنارے ایک مقام شہینہ مار کہلاتا ہے اس جگہ درختوں کا ایک جھنڈ ہے درختوں کے اس جھنڈ کے اندر ایک قبر موجود ہے جو کہ مائی جیون کی قبر کہلاتی ہے۔

چونکہ یہ قبر نالہ کے قریب ہے جو کہ دریائے سندھ کی ایک شاخ ہے یہاں ہر سال سیلاب آتا ہے لیکن سیلاب کا پانی درختوں کے اس جھنڈ میں داخل نہیں ہوتا حالانکہ یہ جگہ عام زمین کی سطح کے برابر ہے۔

۱۹۷۳ء میں یہاں بہت بڑا سیلاب آیا تھا گاؤں کے گاؤں تباہ ہو گئے تھے مگر اس وقت بھی سیلاب کا پانی قبر کے نزدیک نہیں آسکا۔

وہ لوگ جو اولیائے اللہ کی بعد از موت کرامات اور تصرفات پر یقین نہیں رکھتے وہ سیلاب کے موسم میں یہ زندہ کرامت خود اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

حضرت جمن شاہؒ

لیہ ملتان روڈ پر ایک قصبہ جمن شاہ آباد ہے چونکہ یہاں ایک بزرگ حضرت جمن شاہؒ محو خواب ہیں اور یہاں آپ ہی کی وجہ سے آبادی قائم ہوئی اس لئے یہ قصبہ آپ کے نام سے مشہور ہے۔
آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سید جلال الدین بخاری جن کا مزار مبارک اُچ شریف

میں ہے کی اولاد سے ہیں۔

آپ جب یہاں لوگوں میں تعلیم وتبلیغ اور احیائے سنت کے لیے تشریف لائے تو اس علاقہ میں صفراء (خون کی کمی) اور یرقان کی بیماری عام تھی تو لوگ آپ کے پاس حاضر ہوتے آپ انہیں دعا فرماتے تو قدرت کاملہ سے انہیں شفا مل جاتی۔

یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے لوگ ہفتہ کے دن دربار پر جمع ہوتے ہیں زیارت کرتے ہیں اور شفاء پاتے ہیں۔

سید محمد جعفر شاہ بخاریؒ

قصبہ کوٹ سلطان سے مشرق کی طرف تقریباً ۵ میل کے فاصلے پر ایک قصبہ پیر جگی کے نام سے مشہور چلا آتا ہے یہاں حضرت سید پیر محمد جعفر شاہ کا مزار مرجع خلائق عام ہے یہاں نئے چاند کے پہلے اتوار کو مریدین ومعتقدین زیارت اور تعویذات کے لئے آتے ہیں۔

سید محمد جعفر شاہؒ ۱۱۹۳ھ میں شاہ جیونہ ضلع جھنگ سے لیہ کے ریگستانی علاقہ میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لائے اس علاقے میں ایک ہندو زمیندار نے عیاشی اور بدکاری کا بازار گرم کر رکھا تھا مسلمان اس کے ظلم وستم کے خوف سے یہاں سے ہجرت کرتے جا رہے تھے۔ سید محمد جعفر یہاں تشریف لائے تو مسلمانوں میں کچھ حوصلہ پیدا ہوا مسلمان آپ کے گرد جمع ہونے لگے آپ نے یہاں ایک مسجد بنائی نماز باجماعت کو قائم کیا آپ نے مسلمانوں میں احیائے سنت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کو بھی دعوت اسلام دی جس کی حقانیت سے متاثر ہو کر ایک عورت ''جگی'' نے قبول اسلام کر لیا۔

آپ نے ہندو زمیندار کو بھی دعوت اسلام دی لیکن اس نے انکار کر دیا اور مسلمانوں کو اپنے ظلم وستم کا شکار کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔

ایک مرتبہ یہ ہندو زمیندار اپنے ساتھیوں کو مسلح کر کے سید محمد جعفر شاہ پر حملہ آور ہوا لیکن آپ نے اپنے مریدین کے ساتھ مل کر ڈٹ کر مقابلہ کیا ہندوؤں کو منہ کی کھانی پڑی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے ہندوؤں کی آپ کے خلاف اور تو کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی انہوں نے نومسلم

عورت ''جگی'' کو ایذائیں دینا شروع کر دیں اور اسے کہا کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر ہندومت قبول کرے لیکن وہ کسی طور دین اسلام چھوڑنے پر تیار نہ ہوئی تو ہندو ظالم نے اس عورت کو قید کر لیا اور ہر لمحہ اسے تکلیفیں پہنچاتا رہتا۔

ایک دن جگی موقع پا کر وہاں سے بھاگ نکلی ہندوؤں نے جب دیکھا کہ جگی بھاگ کر سید محمد جعفر شاہ کے حجروں کی طرف جا رہی ہے تو وہ پکڑنے کے لئے جگی کے پیچھے ہو لئے اس سے قبل کہ ہندو اس نومسلم عورت کو پکڑ لیتے اس نے چلا کر شاہ صاحب سے امان مانگی آپ کے حکم سے زمین پھٹ گئی اور جگی نامی خاتون نے ہمیشہ کے لئے ہندوؤں کے ظلم وستم سے نجات پالی اس موقع پر سید محمد جعفر شاہ صاحب نے فرمایا کہ ''قیامت تک پیر کے ساتھ اس بہادر خاتون جگی کا نام رہے گا کیونکہ اس نے ہر طرح کا ظلم وستم تو برداشت کر لیا لیکن دین مصطفےٰ ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

سادات پیر جگی کا شجرۂ نسب حضرت سید جلال الدین سہروردی اُوچ شریف سے ملتا ہے آپ کا شجرۂ نسب درج ذیل ہے۔

سید محمد خورشید احمد شاہ بن سید محمد غلام اکبر شاہ بن سید کریم حیدر شاہ بن سید نور محمد شاہ بن سید محبوب شاہ بن سید بڈھن شاہ بن سید چراغ شاہ بن سید محمد جعفر شاہ (پیر جگی) بن سید محمد شاہ بن سید محمد رضا شاہ بن سید فتح دریا بن سید نور شاہ بن سید چھٹن شاہ بن سید اللہ دتہ شاہ بن سید حسین شاہ بن سید میر شاہ بن سید فیض اللہ بن سید شریف شاہ بن سید کبیر شاہ بن سید فیض اللہ شاہ بن سید اجمل شاہ بن سید کبیر شاہ بن سید جندوڈا شاہ بن سید وارث شاہ بن سید فتح دریا بن سید ود بن سید عبدالقادر بن سید فضل الدین بن سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت بن سید سلطان احمد کبیر بن سید جلال الدین شاہ بخاریؒ سہروری اوچ شریف۔

سید غلام اکبر شاہ بخاریؒ

سید غلام اکبر شاہ صاحبؒ ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے چچا محترم حضرت سید محمد نور شاہ صاحب سے حاصل کی۔ علم سلوک، ادب تصوف اور اصول خود سید نور شاہ نے پڑھائے مزید تعلیم کے لئے والد محترم نے آپ کو ملتان بھیج دیا جہاں آپ نے حضرت میاں محمد

علیم صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں رہ کر علم دین حاصل کیا۔

حصول تعلیم کے دوران آپ نے مسلسل اٹھارہ سال روزے رکھے آپ نے اپنی تمام حیات طیبہ فقر اور شرع رسولؐ کے اصولوں کے مطابق گذاری آپ نے اپنی زندگی میں فقر، خلوت، سادگی، خاموشی اور ہمہ وقت عبادت خداوندی کو مقدم رکھا آپ نے بادشاہی میں فقیری کو اپنایا عشق رسولؐ میں ہمہ تن مستغرق رہنا اور بے ریا عبادت قدوس میں محو رہنا آپ کی اعلیٰ وصف مبارک تھی۔

سید غلام اکبر شاہ صاحب ایک ولی کامل بزرگ تھے آپ سے بہت سی کرامات اور کشوف کا اظہار ہوا ایک مرتبہ آپ پیر جگی سے تونسہ شریف جا رہے تھے جب دریا پر پہنچے تو کشتی والوں نے آپ کی سواری (اونٹنی) کو کشتی پر سوار کرنے سے انکار کر دیا کشتی ابھی چند قدم ہی چلی تھی کہ رک گئی کشتی والوں نے جتنا زور لگایا لیکن کشتی آگے نہ جا سکی آخر کشتی واپس کنارے پر لائی گئی آپ کو اور آپ کی سواری کو کشتی میں سوار کیا تو خدا کے فضل و کرم سے کشتی دوسرے کنارے پہنچ گئی۔

آپ نے اپنی زندگی اتباع رسول کرنے اور کرانے میں گذاری ۱۸ دسمبر ۱۹۶۶ء میں جمعۃ المبارک کی شب کو اپنے خالق و مالک حقیقی سے جا ملے۔

حضرت نور احمد تھندؒ

نور احمدؒ کا مرقد مبارک چک نمبر ۱۲۶/ ٹی ڈی اے لیہ میں واقع ہے۔ آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ دو بھائی تھے اور ایک بہن تھی یہ تینوں بہن بھائی خاندان تھند کے افراد تھے چونکہ اپنی برادری میں غریب تھے اس لئے برادری کے کسی بھی فرد نے نہ تو ان کو رشتہ دینا گوارا کیا اور نہ ہی ان کی بہن کا رشتہ لینا قبول کیا دونوں بھائی اپنی بہن کو لے کر آبائی بستی مہرانوالی چھوڑ کر بہاولپور چلے گئے اور کافی مدت تک سادات اُوچ کی خدمت میں رہے۔

جب واپس گھر آئے تو بوڑھے ہو چکے تھے اور تینوں بہن بھائیوں نے سبز رنگ کے لمبے چغے پہن رکھے تھے دن رات عبادت میں مصروف رہتے اور کسی سے نہ تو کوئی بات کرتے اور نہ کہیں آتے جاتے اکثر روزے سے رہتے جنگلی پھلوں ڈیلہ اور سنگری کھا کر گذر اوقات کرتے۔

اس بات کو تقریباً عرصہ دو سو سال بیان کیا جاتا ہے۔

تقریباً آج سے پندرہ بیس سال قبل کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر قبرستان سے گذرنے لگا جب آپ کے مرقد کے پاس پہنچا تو گھوڑا ایک جگہ ساکت ہو کر کھڑا ہو گیا گھوڑا نہ تو آگے جاتا تھا نہ پیچھے شخص مذکور گھوڑے سے نیچے اترا صاحب قبر کی طرف منہ کر کے معافی کا طلبگار ہوا اور آئندہ کے لئے ایسی غلطی کرنے سے توبہ کی کہ جس سے اہل قبور کا تقدس پامال ہوتا ہو تب وہ آگے جا سکا۔

تینوں بہن بھائیوں کی قبریں ایک ہی چار دیواری کے اندر ہیں۔

حضرت استاد العلما حامد علی صاحب قدس سرہ

آپ حضرت محمد عبداللہ پیر بارو رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ اور حدود شریعت کی حفاظت اور آداب طریقت کی نگہداشت میں عالی مقام رکھتے تھے۔ علوم شریعت و طریقت کے عالم تھے۔ علم، نحو، فقہ، اصول، حدیث اور تدریس قرآن پاک میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں گانگا نزد روہیلانوالی ضلع مظفر گڑھ میں پائی۔ آپ کے ماموں ایک خدا رسیدہ بزرگ، عالم باعمل اور حکیم حاذق تھے۔ فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے ماموں سے پڑھیں۔

اس کے بعد مزید تعلیم کیلئے جھنگ کی جامع محمدی شریف میں داخل ہو کر حضرت علامہ مفتی اعجاز رضوی کاظمیؒ۔ حضرت قبلہ محدث اعظم سردار احمد صاحب لائیلپوری حضرت مولانا محمد نافع صاحب حضرت مولانا عبدالمصطفےٰ ازہری سے اکتساب علم کر کے سند فراغت حاصل کی۔ بعد از فراغت علوم ظاہری آپ نے جامع محمدیﷺ شریف جھنگ میں سلسلہ تدریس شروع کیا کچھ عرصہ تک شیخ الاسلام حضرت علامہ قمر الدین سیالوی کے مدرسہ میں تشنگان علوم اسلامیہ کی پیاس بجھاتے رہے ملتان کے مدرسہ انوار القرآن میں بھی تعلیم و تدریس سے منسلک رہے۔

۱۹۵۸ء میں حضرت قبلہ حافظ حسن علی صاحب چشتی گیلانی کی دعوت پر لیہ میں تشریف لائے اور مدرسہ غوثیہ لیہ میں طالبان علم کیلئے تعلیم و تدریس شروع کی جہاں آپ سے سینکڑوں طلباء مستفید ہوئے۔

۱۹۶۰ء کے وسط میں آپ نے محلہ شیخانوالہ کے نزدیک چاہ پٹھان والا کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جامعہ نعمانیہ رضویہ کی بنیاد رکھی جو کہ خدا کے فضل و کرم اور آپکی محنت شاقہ اور پراثر انداز تدریس کے باعث جلد ہی ضلع لیہ میں تعلیمات اسلامیہ کیلئے مرکزیت اختیار کر گیا۔ اس درسگاہ سے ہزارہا مسلمانوں نے استفادہ کیا اور سینکڑوں طلباء اعلماء کی صف میں شامل ہو کر تبلیغ اسلام میں مصروف ہوئے۔

۱۹۶۳ء میں آپ سعادت حج مبارک سے سرفراز ہوئے۔ علامہ مولانا اللہ بخش نیر آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے کامل ۳۰ سال تک قال اللہ وقال قال رسول اللہ ﷺ کی محفلیں برپا کئے رکھیں ہزارہا بچوں کو تعلیمات قرآن و حدیث سے بہرہ مند فرمایا۔ اس وقت آپ کے سینکڑوں شاگرد آج پاکستان کے طول و عرض میں مقام عملیت پر فائض ہو کر تعلیم و تبلیغ میں مصروف ہیں۔ حضرت مولانا حامد علی صاحبؒ نے جولائی ۱۹۷۶ء میں وفات پائی۔

حضرت کموں کاملؒ

آپ کا دربار شہر لیہ میں واقع ہے۔ روایت کیجاتی ہے کہ حضرت کموں کامل اور حضرت شاہ اشرف بغدادی ہم دوران و ہم زمان تھے۔ لیہ میں آپ کی آمد سے متعلق ریکارڈ بندوبست موضع لوہانچ ۱۸۷۸ صفحہ ۴۵۴۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کموں کامل جب لیہ تشریف لائے تو شہر سے باہر ایک ویرانے میں ڈیرہ لگایا۔ ایک مسجد بنا کر مسلمان بچوں کو قرآن کی تعلیم دینا شروع کی۔ اس کے بعد عمارات بنوائیں اور کنواں کھدوایا یہ جگہ چاہ کموں کامل والا کہلایا۔ آپ خاندان قریش سے تھے۔

ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کموں کامل صاحب نہایت متقی زاہد اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ مسجد میں نماز کے وقت اذان ضرور دیتے لیکن بہت کم نمازی ہوتے تھے۔ بارہا لوگوں نے دیکھا کہ نماز کے وقت مقتدیوں کی جماعت سے مسجد بھر جاتی تھی۔ لیکن نماز ختم ہوتے ہی آپ کے پیچھے پڑھنے والے نمازی غائب ہو جاتے تھے۔ آپ کی اولاد کے متعلق یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے چونکہ شادی نہیں کی تھی اسلئے اولاد بھی نہیں

لیکن ۱۸۷۸ کی بندوبست رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صاحب اولاد تھے۔

بخش، محمد پسران گانماں قوم قریشی انصاری کا درج ذیل بیان ملاحظہ فرمائیں۔

عرصہ آٹھ پشت کا ہوا کہ مسمی کموں کامل مورث ہم مالکان نے جو صاحب کشف تھا۔ رقبہ ویران دیکھ کر بلا قیمت قابض ہو گیا اور چاہ و عمارات بنوائیں اب ہم مالکان قابض ہیں۔

تاریخ لیہ

مہر نور محمد تھند کی کتاب تاریخ لیہ ضلع لیہ کی ایک مستند تاریخ ہے ضلع لیہ کی پانچ ہزار سالہ تاریخ کے علاوہ اس کتاب میں لیہ کی 3 سو اقوام کے حالات، ثقافت اور ادب کے بارے میں مکمل تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

ملنے کا پتہ

پنجاب اسلامیہ پبلک سکول ہاؤسنگ کالونی لیہ

فون: 0694-412471



پیغام

برصغیر پاک و ہند سے کفر کی تاریکیاں دور کرنے کیلئے وارثان نبوت نے جن مشکلات اور پیہم جدوجہد سے دین اسلام کی شمع کو فروزاں کیا اور اپنی اخلاقی تعلیمات کے باعث اونچ نیچ اور امیر غریب کے تعصب میں مبتلا معاشرے کو جس طرح بھائی بھائی بنایا وہ صرف انہی اولیائے عظام کا کام ہے۔ لیکن آج ہم ان بزرگان دین کی عملی زندگی اور تعلیمات سے آگاہ نہیں ہیں۔ کیونکہ ضلع لیہ کے بزرگان دین کے حالات تحریری و کتابی صورت میں یکجا نہیں ملتے۔

جناب نور محمد تھند نے برسوں کی تحقیق کے بعد ضلع لیہ کے اولیائے کرام کی سوانح حیات اور تعلیمات پر مبنی کتاب تذکرہ اولیائے لیہ ترتیب دے کر ایک اہم قدم اٹھایا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے اس پر آشوب دور میں ان پاکباز ہستیوں کی تعلیمات کو عام کیا جائے کہ ہمارے معاشرے میں پائے جانے والے تعصّبات ختم ہو جائیں اور ہم بحیثیت مسلمان اس اخوت اور بھائی چارے کا مظاہرہ کریں جس کیلئے وارثان نبوت نے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔

سردار شہاب الدین خان سیہڑ
ضلعی ناظم
ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لیہ